بسم اللہ الرحمن الرحیم

کی بابت **ڈاکٹر طاہر القادری** کی تحریر وتقریر میں واضح
تضادات اوران کا علمی رد

قلم کچھ اور لکھتا ہے
زباں کچھ اور کہتی ہے

ناشر: شعبہ نشرو اشاعت شباب اسلامی پاکستان

کل الحقوق محفوظۃ

نام کتاب: قلم کچھ اور لکھتا ہے زباں کچھ اور کہتی ہے

مؤلف: مناظر اسلام مفتی محمد حنیف قریشی قادری

حسب ارشاد: صاحبزادہ سید حبیب الحق شاہ کاظمی
ناظم اعلیٰ جامعہ آمنہ ضیاء البنات اسلام آباد

نظر ثانی: ڈاکٹر عبدالناصر لطیف

کمپوزنگ: ضیاء العلوم کمپوزنگ سنٹر سیٹلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی

کمپیوٹر گرافکس: قاضی محمد یعقوب چشتی

جامع ثانی: جنوری 2012

تعداد: 2000

ناشر: شباب اسلامی پاکستان

www.shababeislami.com

- ☆ مرکزی دفتر شباب اسلامی کرہی روڈ ڈھوک علی اکبر راولپنڈی
- ☆ اسلامک بک کارپوریشن اقبال روڈ راولپنڈی 051-5536111
- ☆ احمد بک کارپوریشن اقبال روڈ راولپنڈی 051-5558320
- ☆ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی
- ☆ جامعہ مہریہ ضیاء العلوم حسن ٹاؤن کاکول روڈ ایبٹ آباد
- ☆ ڈویژنل آفس شباب اسلامی ہزارہ ڈویژن سپلائی بازار ایبٹ آباد
- ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت داتا دربار لاہور
- ☆ مکتبہ غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی
- ☆ ادارہ ضیاء السنہ ملتان
- ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ A فیصل آباد
- ☆ قادری رضویہ کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿پیش لفظ﴾

قارئین کرام! باعث تخلیق کون ومکاں رحمت عالمیاں محبوب یزداں رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے محبت وعقیدت ہی امت مسلمہ کا سرمایہء ایمان اور باعث بقاء ہے مومن وہی ہے جس کے دل میں اپنے نبی ﷺ کی محبت کا غلبہ اتنا ہو کہ جس کے سامنے ساری محبتیں اور نسبتیں مغلوب ہو جائیں اور وہ اس فرمانِ نبوی ﷺ کا عملی نمونہ ہو۔

لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین

اس والہانہ عقیدت ومحبت کا تقاضا ہے کہ محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر چیز محبوب ہو اور محبوب سے دوری پیدا کرنے والی ہر شے سے کامل نفرت ہو۔ محبوب کے گلی کے ذروں کا احترام، اہل بیت وصحابہ کرام ﷺ کا احترام سرزمین حجاز کے ہر گل وگلزار سے عقیدت، آپ کی لائی ہوئی شریعت کے تقدس کا خیال، سب تقاضائے محبت ہیں۔

اپنے محبوب کے دشمنوں اور گستاخوں سے نفرت اگر نہ ہو تو دعویٰ محبت خام ہے۔ رب العلمین نے جہاں محبوب کی غلامی کرنے والوں کو اپنی لازوال محبت عطا کرنے کی خوشخبری سنائی وہاں آپ کے دشمنوں اور گستاخوں کو صفحہ ہستی سے مٹادینے کا اہتمام فرمایا، آپ کے منکروں سے دور رہنے کا حکم ارشاد فرمایا سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوا۔ ''اے ایمان والو یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ یہ (سب تمہارے خلاف) آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو شخص ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہٰی میں سے ہو جائے گا۔ (سورۂ مائدہ آیت 51، ترجمہ عرفان القرآن ڈاکٹر طاہر القادری)

محبوب سے کسی طرح کے قرب کا تعلق رکھنے والا قابل احترام ہے اور کسی

نوعیت سے بھی دشمنی رکھنے والا لائق صد نفرین و ملامت ہے۔ باب مدینۃ العلم مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے دوستی اور دشمنی کے اس وسیع مفہوم کو چند الفاظ میں بیان فرمادیا ہے کہ دوست کی تین قسمیں ہیں:

(۱) دوست (۲) دوست کا دوست (۳) دشمن کا دشمن

اور دشمن کی بھی تین قسمیں ہیں: (۱) دشمن (۲) دشمن کا دوست (۳) دوست کا دشمن

" الاعداء ثلثة عدوک و عدوّ صدیقک و صدیق عدوک والاصدقاء ثلثة صدیقک و صدیق صدیقک عدو عدوک "

(حوالہ ربیع الابرار علامہ زمحشری ج2 ص 191)

اسی وجہ سے بندہ مومن کبھی اپنے محبوب کے گستاخوں کا طرفدار نہیں ہوسکتا، اسی لئے شریعت اسلامیہ میں جس طرح گستاخ رسول ﷺ ملعون اور واجب القتل ہے اسی طرح گستاخ کی حمایت اور دوستی کا دم بھرنے والا بھی ملعون اور مباح الدم ہے

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ انسانی خون اور جان کی حرمت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کی حیثیت سے ہے۔ انسانی جان بڑی قیمتی ہے۔ اسلام انسانوں کی عزت و حرمت کا تحفظ دیتا ہے، ہاں جو لوگ حدود الہیہ کو توڑتے ہیں خدا کے بنائے ہوئے قوانین کی توہین کرتے ہیں۔ قرآنِ حکیم کی اندورنی شہادت کے مطابق وہ نہ صرف درجہ انسانیت سے گر کر حیوانات اور چوپایوں کے رتبہ میں آجاتے ہیں بلکہ وہ چوپایوں سے بھی بدتر ہوجاتے ہیں۔ اولئک کاالانعام بل ھم اضل قرآن حکیم پر ایمان رکھنے والوں کو سوچنا چاہیئے کہ ہم جن کے لئے انسانی حقوق کا مطالبہ کر رہے ہیں آیا وہ انسان بھی ہیں یا جانوروں سے بھی بدتر ہوچکے ہیں؟ کیونکہ اسلام انسانوں کے خون کی حرمت کا محافظ ہے، جو اپنے آپ کو رتبہ انسانیت سے گرا چکے ان کے لئے

انسانی حقوق کا مطالبہ چہ معنی وارد؟

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جب ایک کرسچن عورت ملعونہ عاصیہ نے پیغمبر اکرم ﷺ کی گستاخی کا ارتکاب کیا، روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں کے قلوب کو زخمی کر کے اور ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچا کر **فساد فی الارض** کی مرتکبہ ٹھہری، عدالت میں اور افسران مجاز کے سامنے اقرار جرم کر لیا شہادتیں مکمل ہو گئیں عدالت عالیہ نے اس ملعونہ کو سزائے موت سنائی، اہل ایمان کے دلوں کو کچھ اطمینان ملا، کچھ اُمید کی کرن پھوٹی لیکن پنجاب کے مقتول گورنر سلمان تاثیر نے فوراً اس سزا کو ظالمانہ قرار دیتے ہوئے سرعام پریس کانفرنس کر کے توہین رسالت کی سزا یافتہ مجرمہ کی مکمل حمایت کا اعلان کر دیا، تحفظ ناموسِ رسالت کے شرعی قانون کو ظالمانہ اور کالا قانون کہہ کر ارتداد کیا، علمائے حق کے بار بار متنبہ کرنے کے باوجود اپنے عہدے اور دولت کے نشے میں مخمور خرمستیاں کرتا رہا بلکہ ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لئے آواز اٹھانے والے علمائے اسلام کی توہین و تنقیص میں مشغول ہو گیا، قانون میں ترمیم کیلئے مذموم کوششیں کرنے لگا ایسی نازک صورت حال میں ایک سچے عاشق رسول ملت اسلامیہ کے عظیم محسن غازی ملک ممتاز حسین قادری نے تمام اہل اسلام کی طرف سے فریضہ ادا کرتے ہوئے اسے واصل جہنم کر دیا۔ عقل محو تماشائے لب بام رہ گئی عشق نے ایک جست میں اپنی منزل پالی، اہل سلام نے شکر کے سجدے ادا کئے، غازی کو تاریخ ساز خراجِ عقیدت پیش کیا، بالخصوص مسلمانانِ پاکستان کا سر فخر سے بلند ہو گیا، عدالت میں پیشی پر وکلاء نے غازی کے جسم کے بوسے لئے، گل پاشی کی، تمام مکاتب فکر کے علماء نے غازی کے کارنامے کو سراہا اور خراجِ عقیدت پیش کیا۔ دوسری طرف دنیاوی جاہ و جلال کے نشے میں مست رہنے والے مقتول کی نماز جنازہ

پڑھانے کیلئے کوئی صاحب ایمان آمادہ نہ ہوا۔

غازی پر مقدمہ چلایا گیا وکلاء نے بغیر فیس کے مقدمہ لڑنے کا اعلان کیا عالم کفر لرزہ براندام ہوگیا، قانون تحفظ ناموسِ رسالت کے خلاف بولنے والوں کی زبانوں کو تالے لگ گئے، یوں غازی ممتاز کے امتیازی کارنامے کا مقصد بحمدہ تعالیٰ پورا ہوگیا۔

یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ اور غازی ممتاز حسین قادری کے واقعات میں ایک درجہ مماثلت ہے۔ غازی علم الدین نے راج پال کو قتل کردیا تھا راج پال نے کتاب خود نہیں لکھی تھی وہ کتاب کو چھاپنے والا تھا۔ ایسے ہی غازی ممتاز حسین قادری کے ہاتھوں سے جہنم رسید ہونے والا شخص بھی ایک گستاخ کی حمایت اور طرفداری کرنے والا تھا، تاہم مستزاد یہ ہے کہ یہ شخص قرآن حکیم کو مہمل اور بے فائدہ کتاب قرار دے کر پہلے مرتد ہو چکا تھا جس کی تفصیل آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ غازی صاحب کی جرأت و غیرت جہاں لائق صد تحسین ہے وہاں مجاہد اسلام مفتی محمد حنیف قریشی صاحب بھی داد و تحسین کے مستحق ہیں جن کے بیان اور دل سے نکلنے والی آواز نے اپنی تاثیر دکھائی، اور اس سے متاثر ہوکر غازی ممتاز حسین قادری نے ایک ایسا یادگار کارنامہ سرانجام دیا جس سے تحفظ ناموسِ رسالت کے قانون کو تحفظ بھی مل گیا اور مسلمانوں کے سر فخر سے بلند بھی ہوگئے۔

غازی کی عظمت کو کروڑوں سلام جس نے اپنے نبی ﷺ کی خاطر نتائج کی پرواہ کئے بغیر غلامی کا حق ادا کیا۔

یہاں ایک ذوق کی بات عرض کئے دیتا ہوں جو حقیقت پر مبنی ہے کہ سچا عاشق جب اپنے محبوب کی گستاخی ہوتے ہوئے دیکھے تو اس کا پیمانہ صبر لبریز ہوجاتا ہے کبھی

ایسے بھی ہوتا ہے کہ وہ گستاخ کو انجام تک پہنچانے کے لئے کسی اور سے مشورہ کرنا یا مدد لینا بھی اپنے جذبہء محبت کی توہین سمجھتا ہے حضرت رومی کشمیر میاں محمد بخش علیہ الرحمۃ نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:

غیراں ہتھوں جائز ہوندی جے خدمت دلبر دی
بادشاہاں دے بدلے یارو خلق نمازاں پڑھدی

محبوب کی خدمت خود ہی کرنا پڑتی ہے، مذہب عشق میں محبوب کی خدمت کیلئے کسی دوسرے کو کہنا مناسب نہیں ہے، اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو بادشاہ اور دولت والے لوگ تنخواہ دے کر ملازموں سے اپنے حصے کی نمازیں پڑھوا لیتے لیکن نہیں ایسا نہیں ہے بادشاہ کو خود ہی بارگاہِ بے نیاز میں جھکنا پڑتا ہے۔

کچھ باغباں ہیں برق وشرر سے ملے ہوئے

غازی ممتاز حسین قادری کو عدالت نے سزائے موت سنائی، اسے سوئے اتفاق یا سوئے اہتمام کہیے کہ سزائے موت کے فیصلے سے 5 دن پہلے ادارہ منہاج القرآن کے بانی ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے ایک انٹرویو کے دوران اس کیس کے حوالے سے ایسا بیان دے دیا جس کی ان سے ہرگز توقع نہیں کی جاسکتی تھی، جس کی تفصیل اور تردید آپ کو حضرت مفتی محمد حنیف قریشی صاحب کی زیرِ نظر تالیف میں ملے گی، مفتی صاحب نے اس تحریر میں ڈاکٹر صاحب کی سابقہ تحریروں اور موجودہ بیانات کے تضادات کو بیان کر کے واضح کر دیا ہے کہ جس طرح نشر الطیب اور بوادر النوادر اور آفتاب نبوت اور فتاوٰی رشیدیہ کے مندرجات میں بون بعید ہے بعینہٖ ڈاکٹر صاحب کی کتاب تحفظ ناموسِ رسالت اور موجودہ بیان میں صریح تضادات ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے وہ موقف اپنایا ہے جو قانونِ شریعت کے بھی خلاف ہے

اور قانونِ محبت کے بھی جناب کا نظریہ سنی ہوں یا غیر سنی ملک بھر کے جید علماء کے بالکل خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار علماء و خواص و عوام نے حقیقت حال سے باخبر ہوتے ہوئے ڈاکٹر صاحب سے اپنا تعلق و رشتہ توڑ ڈالا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے شاگرد اور متعلقین ان کے کہے ہوئے جملوں کو درجہ ''وحی'' دیتے ہوئے چاروناچار ان کا دفاع کر رہے ہیں جس کے باعث ملک میں عجیب سی کیفیت طاری ہے۔ عوام پریشان ہیں کہ معاملہ کیا ہے؟ چنانچہ مجاہد اہل سنت مفتی محمد حنیف قریشی قادری نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حقیقت حال سے پردہ اٹھانے کی خاطر قلم اُٹھایا ہے وہ اپنے مقصد میں کس قدر کامیاب ہوئے ہیں یہ تو کتاب کا مطالعہ کرنے والا شخص خود ہی فیصلہ کرسکتا ہے۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ مفتی صاحب اپنی مناظرانہ طبع کے باعث وہ دلائل قائم کرتے ہیں کہ چاروناچار تسلیم کے سوا کوئی سبیل نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک مفتی صاحب کے اس رسالہ کو قبول عام عطا فرمائے اور ان کو ایمان و صحت کی سلامتی کے ساتھ تادیر دین حق کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔

استاذ العلماء محسن اہل سنت مصلح امت حضرت پیر سید حسین الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم کا سایہء عاطفت تادیر سلامت رکھے جن کے دم سے یہ بہاریں ہیں، جن کے فیض سے اس تحریک ناموسِ رسالت کو دم بدم فروغ مل رہا ہے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

زینت دار بنانا تو کوئی بات نہیں
نعرۂ حق کی کوئی اور سزا دی جائے

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدالانبیاءِ والمرسلین

اما بعد !

یہ حقیقت ہے کہ مومن اپنی جان سے بڑھ کر سید عالم ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ اور اس کی یہ محبت تمام اغراضِ مادیہ سے پاک ہوتی ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ صاحب ایمان شخص اپنے محبوب کریم ﷺ کی ذرہ برابر بے ادبی و گستاخی برداشت نہیں کر سکتا۔ شریعت اسلامیہ نے توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والوں کیلئے صرف اور صرف ''موت'' کی سزا رکھی ہے۔ اور یہ وہ سزا ہے کہ جسے دنیا کی کوئی طاقت نہ ختم کر سکتی ہے اور نہ اس میں کمی لا سکتی ہے۔ پاکستان اسلامی نظریاتی سلطنت ہے اور اس کی بنیاد اس نظریے پر رکھی گئی کہ ایک الگ خطہ ء زمین میں مسلمان اپنے خدا اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات پر آزادی کے ساتھ عمل پیرا ہو سکیں گے۔ اسلام کے نام پر حاصل کی گئی اس اسلامی نظریاتی سلطنت کے قانون میں ایک شق 295C ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی شخص جو اللہ کے کسی بھی نبی علیہ السلام کی توہین کا ارتکاب، صراحتاً، کنایۃً، تحریراً، تقریراً یا کسی بھی طریقے سے کرے گا اس کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔ اور یہ قانون کسی انسان یا کسی عدالت کا بنایا ہوا نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا بنایا ہوا قانون ہے۔ گویا اس کی مخالفت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت کی مخالفت ہے اور شریعت اسلامیہ کی مخالفت کفر ہے۔ سابق مقتول گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے یہود و نصاریٰ اور قادیانی لابیوں کی ایماء پر آئین پاکستان میں موجود اس شق کو ختم کروانے کے لئے سیاسی حلقوں میں کام کا آغاز کیا۔ گورنر کے اس مشن پر بیرونی ڈالروں پے پلنے والے بعض میڈیا یا عناصر نے بھی اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ اور یوں وطن عزیز میں 98% لوگوں کی رائے کے خلاف قانون کی اس شق میں اولاً تبدیلیوں

اور ثانیاً بالکل خاتمے کیلئے بحثوں کا آغاز ہو گیا۔ منصوبے کے تحت ایک عیسائی عورت نے نبی آخر زماں ﷺ کی شان میں انتہائی غلیظ گالیاں بکیں اور اللہ کی لاریب کتاب قرآن مجید کی توہین کر ڈالی۔ مقدمہ عدالت میں چلا، گواہوں کی گواہی اور شفاف تفتیش کے بعد ملعونہ کو سزائے موت سنائی گئی۔ اندرونی و بیرونی لادین عناصر نے اس کیس کی آڑ لے کر قانونِ توہین رسالت کے خلاف زہر اُگلنا شروع کر دیا۔ پاکستان میں ان عناصر کی سرپرستی وقیادت مقتول گورنر نے سنبھالی اور ہرزہ سرائی کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قانون کو ''کالا قانون'' خلافِ انسانیت اور ظالمانہ قانون قرار دیا۔ اور ساتھ ہی توہین رسالت کی مرتکبہ ملعونہ عاصیہ مسیح کو دی جانے والی سزا کو ظالمانہ قرار دیتے اور اس کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے ساتھ ہی اس کی معافی کا اعلان بھی کر دیا۔ گورنر کے اس گستاخانہ رویے کے خلاف ملک بھر کے علماء نے اوّلاً اسے توبہ کرنے کا مشورہ دیا اور بعدازاں اس کی ہٹ دھرمی کے باعث اس کے خلاف کفرو ارتداد کا فتویٰ صادر کیا اور اس کے خلاف توہین رسالت کا مقدمہ درج کرنے کی درخواست دی۔ ملکی قانون میں گورنر کے خلاف مقدمے کے اندراج نہ ہونے کی شق نے گورنر کو تحفظ فراہم کیا اور یوں گورنر کو قانون کے حوالے نہ کیا جا سکا۔ گورنر اور لادین عناصر نے اپنی ہرزا سرائیوں میں اضافہ کرتے ہوئے قانونِ توہین رسالت کو چوکوں چوراہوں کا موضوع بنا دیا۔ اس طرزِ عمل کے خلاف 31 دسمبر 2010ء کو پورے ملک کے اندر کامیاب ترین ہڑتال کی گئی۔ ملک بھر میں توہین رسالت کے قانون کے حق میں اور گورنر اور دیگر لادین عناصر کے خلاف جلسے جلوس بھی جاری رہے۔ چنانچہ علماء کے فتووں، قانون کی عاجزی اور گورنر کی گستاخانہ ہرزہ سرائی پر مشتعل ہو کر ایک عاشق رسول ملک ممتاز حسین قادری نے غازی علم الدین شہید رحمہ اللہ کی یاد کو تازہ کرتے ہوئے اسلام آباد میں گورنر پنجاب کو واصل جہنم کر دیا۔ حکمران جماعت کا مرکزی آدمی

ہونے کے باوجود پورے ملک میں خلاف توقع ذرا بھی احتجاج نہ ہوا بلکہ سندھ سمیت ملک بھر میں گورنر کے واصل جہنم ہونے کی خوشی میں سڑکوں پر رقص ہوا اور منوں مٹھائیاں بانٹی گئیں۔ ممتاز حسین قادری نے عدالت میں اقبالی بیان دیتے ہوئے کہا کہ اس نے گورنر کو مرتد اور واجب القتل سمجھتے ہوئے اس لئے قتل کیا ہے کہ اس نے ایک ملعونہ عورت کی حمایت کر کے توہین کا ارتکاب کیا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قانون کی توہین کر کے کفر وارتداد کا مرتکب ہوا ہے۔ اور گورنر کو اس لئے قتل کیا ہے تاکہ آئندہ کے بعد کسی بھی بڑے عہدے پر فائز شخص کی ہمت نہ ہو سکے کہ وہ شریعت یا صاحب شریعت کے خلاف ہرزہ سرائی کر سکے۔ چنانچہ ممتاز حسین قادری مُلک میں کروڑوں مسلمانوں کے دِلوں کی دھڑکن اور ہیرو قرار پایا۔ جس کی عملی تصویر اس وقت نظر آئی جب ملک بھر کے ہزاروں وکلاء نے اس کے وکالت نامے پر دستخط کیے اور مفت مقدمہ لڑنے کا اعلان کیا۔ راولپنڈی اسلام آباد کی بار ایسوسی ایشنز نے اعلان کیا کہ کوئی بھی وکیل مقتول گورنر کا مقدمہ نہیں لڑے گا۔ دوسرے لفظوں میں ممتاز حسین قادری کا نام تحفظ ناموسِ رسالت کا ''استعارہ'' بن گیا۔ ملک بھر میں ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے شخص نے ممتاز حسین قادری کے اقدام کی حمایت کی۔ کیس عدالت میں چلا تو ہر پیشی پر غلامانِ مصطفیٰ نے عدالتوں کے باہر جمع ہو کر غازی ممتاز حسین قادری سے اپنی عقیدتوں کا اظہار کیا۔ کیس کا فیصلہ ہونے سے صرف ایک ہفتہ قبل **ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے 25 ستمبر بروز اتوار ARY ٹی وی پر انٹرویو دیتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں کہا:**

1: سلمان تاثیر کے قاتل (ممتاز حسین قادری) کا پس منظر کچھ بھی ہو وہ قاتل ہے اور اس کو قاتل ہونے کی حیثیت سے **سزا (موت)** دینی چاہیئے۔

2: (سلمان تاثیر نے) اگر بالفرض کوئی ایسا جملہ بولا جو گستاخی رسول پر جا کر منتج ہوتا ہے اگر یہ ثابت ہو جائے تو پھر بھی کسی سویلین یا فرد کو قتل کرنے کی اجازت نہیں اور اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ **اگر وہ قانون اپنے ہاتھ میں لے کر (قتل) کرے گا تو اس کی سزا موت ہے۔**

3: میرے نزدیک سلمان تاثیر کی سٹیٹمنٹ غلط ضرور تھی لیکن اس میں **اہانت اور گستاخی نہیں پائی جاتی۔**

ڈاکٹر صاحب کی یہ سٹیٹمنٹ خلافِ توقع اور خلافِ شریعت تھی۔ ان کے اس انٹرویو سے کروڑوں مسلمانوں، جن میں علماء بھی ہیں اور مشائخ بھی اور عوام کی بھی دل آزاری ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے سینکڑوں چاہنے والے اور ان کے دیرنیہ کارکنان اور منہاج القرآن کے وہ عہدیداران جنہوں نے دیگر مذہبی تنظیمات اور عاشقانِ مصطفٰی کے شانہ بشانہ ممتاز حسین قادری کی حمایتی ریلیوں اور جلوسوں میں شرکت کی انہوں نے ادارہ ''منہاج القرآن'' سے اپنا رشتہ ناطہ توڑنے کا اعلان کیا جبکہ آپ کے ہزاروں چاہنے والے مخمصے کا شکار ہوئے کیونکہ ایک طرف ان کے سامنے ممتاز حسین قادری کی صورت میں ایسی شخصیت تھی جس کے جذبہ عشق نبی ﷺ کا انکار سورج کی موجودگی میں دن کے وجود کے انکار کے مترادف تھا اور ان کے سامنے ملک بھر کے جید علمائے کرام کے فتوے اور سلمان تاثیر کے بکواسات تھے اور گستاخِ رسول کو قتل کرنے کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کی تحریریں اور تقریریں تھیں اور دوسری طرف ساری زندگی عشق رسول کے درس کا دعویٰ کرنے والی شخصیت تھی جس کا اعلان تھا کہ منہاج القرآن کے قیام کا مقصد اور اساسی جذبہ ہی عشق رسول اور حفاظت ناموسِ رسالت ہے۔ ایسے شخص کی زبان سے خلافِ توقع ایک صریح مرتد و کافر کی

حمایت، ایک مجاہد و عاشق رسول کی مخالفت اور اپنی تحریر و تقریر کے خلاف دی گئی سٹیٹمنٹ کے باعث پورے ملک میں ڈاکٹر صاحب کے محبین طبقوں میں صف ماتم بچھ گئی اور دیگر عاشقان رسول کو بھی گہرا صدمہ اٹھانا پڑا کہ اس طرح کی سٹیٹمنٹ تو آج تک کسی سیکولر انتہا پسند کو بھی دینے کی جرأت نہ ہوئی تھی آخر ڈاکٹر صاحب نے یہ سب کچھ کیوں اور کیسے کہہ ڈالا؟

راقم سمیت ہزاروں لوگوں کو یہ غالب گمان تھا کہ ڈاکٹر صاحب اپنی غلطی سے رجوع کریں گے کیونکہ انسان سے غلطی کا ہونا ممکن ہے اور پورے ملک میں چھائی ہوئی پریشانی کی کیفیت ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ ادارہ منہاج القرآن کے ذمہ داران سے رابطہ کیا گیا جہاں سے جواب ملا کہ ڈاکٹر صاحب اس سلسلے میں وضاحت فرمائیں گے۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد ڈاکٹر صاحب کی طرف سے کئی گھنٹوں پر مشتمل خطاب کیا گیا جس میں انتہائی غیر ضروری مباحث کو چھیڑا گیا اپنی سراسر غلطی کو تسلیم کرنے کے بجائے عذر گناہ بدتر از گناہ کرتے ہوئے خود ناموسِ رسالت کے قانون 295C میں ہی تشکیک کا بیج بو دیا گیا۔ چونکہ راقم عاشق رسول جناب ملک ممتاز حسین قادری کے حمایتیوں میں صف اول میں کھڑا ہے اور الحمد للہ اس ''تحریک'' کے مرکزی لوگوں میں شامل ہے بایں وجہ ممتاز حسین قادری صاحب کے چاہنے والوں کی قلبی تسلی اور ڈاکٹر صاحب کے پیروکاروں کو تصویر کا حقیقی رخ دکھانے کی خاطر راقم چند صفحات پیش کر رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے انٹرویو کو بغور سُنا جائے تو قرآن و سنت کی روشنی میں ڈاکٹر صاحب کی تینوں باتیں سراسر غلط ہیں۔

1: **اس لئے کہ ہر قاتل کو سزا نہیں دی جا سکتی بلکہ کسی بھی قاتل کو سزا دینے** سے قبل پس منظر میں جانا انتہائی ضروری ہوتا ہے اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول ﷺ کے فیصلوں کو اگر سامنے رکھا جائے تو بعض اوقات قاتل کو سزا کے بجائے انعام واکرام دیا جاتا ہے۔

2: اگر کسی شخص سے گستاخی ثابت ہو جائے تو وہ مرتد ہو کر "مباح الدم" ہو جاتا ہے اور قرآن وسنت اور تاریخ فقہ اسلامی کی روشنی میں یہ بات دین کے ایک ادنی سے طالب پر بھی عیاں ہے کہ "مباح الدم" کے ماورائے عدالت قتل کے باعث قاتل پر نہ قصاص ہے اور نہ ہی دیت بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں کے مطابق مقتول کا خون رائیگاں چلا جاتا ہے۔ اس پر بے شمار دلائل ہیں جن میں سے چند ایک ڈاکٹر صاحب نے اپنی "کتاب **تحفظ ناموسِ رسالت**" میں بھی ذکر کئے ہیں۔ بغیر کسی حاشیہ آرائی کے من وعن نقل کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ واضح فرمائیں کہ آپ کا وہ موقف جو آپ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے وہ درست ہے یا جو آپ نے انٹرویو دیا ہے وہ درست ہے؟ سبقت لسانی، نقص فہم ہوتا رہتا ہے لیکن اہل ایمان وصاحب تقویٰ لوگوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اپنی غلطی سے رجوع کر کے عنداللہ ماجور ہوتے ہیں اور امت کو فتنے سے بچاتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا " (النساء 60)

کیا آپ نے ان (منافقوں) کو نہیں دیکھا جو (اپنے منہ سے تو) دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس پر جو آپ ﷺ پر اتارا گیا (یعنی قرآن پر اور ان کتب سماوی پر) جو آپ سے پہلے اتاری گئیں (لیکن) چاہتے

ہیں اپنا قضیہ شیطان کی طرف (ایک شریر آدمی کعب بن اشرف کی طرف) لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا جا چکا ہے اس کی بات نہ مانیں۔

اکثر مفسرین نے اس آیہء کریمہ کی تفسیر میں ایک یہودی اور ایک بشیر نامی منافق کے درمیان جھگڑے کو بیان کیا ہے۔ یہودی نے کہا ہم اپنے اس معاملے کو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لے کر چلتے ہیں منافق نے اس سے انکار کیا، کعب بن اشرف کے پاس جانے کے لئے کہا بایں سبب حضور اکرم ﷺ حق پر مبنی فیصلہ کرتے، کوئی دنیوی غرض و لالچ پیش نظر نہ رکھتے جبکہ کعب بن اشرف بہت بڑا راشی تھا اس معاملے میں منافق جھوٹا جبکہ یہودی حق پر تھا سو اس نے تحاکم الی الرسول پر اصرار کیا تو منافق مجبوراً با دل نخواستہ یہودی کے ساتھ چل پڑا دونوں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے دونوں کے بیانات سن کر حضور سرور کائنات ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ باہر نکلتے ہی منافق نے یہودی سے کہا کہ میں اس فیصلے سے راضی نہیں ہوں ۔۔۔ چلو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کروائیں دونوں حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا کہ نبی کریم ﷺ میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں مگر یہ فیصلے پر راضی نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے Question of Fact حقیقت حال جاننے کے لئے تصدیق کے لئے منافق سے پوچھا، "اَھٰـکـذا" کیا واقعی حضور اکرم ﷺ فیصلہ فرما چکے ہیں۔ اس نے کہا نعم تسلیم کیا ہاں ایسا ہو چکا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دونوں سے فرمایا:

" روید کما حتیٰ اخرج الیکما فدخل عمر البیت واخذ السیف واشتمل علیہ ثم خرج فضرب عنق المنافق حتیٰ برد "

(تفسیر مظہری 154/2۔ تفسیر کشاف 525/1)

یہیں ٹھہرے رہو یہاں تک کہ میں تمہاری طرح نکل آؤں حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے تلوار اٹھائی چادر اوڑھی پھر باہر نکلے، اس منافق کی

گردن اڑا دی یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

" ھکذا اقضی بین من لم یرض بقضاء اللہ و قضاء رسولہ "

(تفسیر مظھری 154/2)

میں اس طرح فیصلہ کرتا ہوں اس شخص کے بارے میں جو اللہ اور اسکے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے سے راضی نہ ہو۔

یہ خبر پھیل گئی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچی کہا گیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک کلمہ گو مسلمان کو ناحق قتل کر دیا ہے اس موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ما کنت اظن عمر یجترئ علی قتل مومن

(تفسیر کشاف 525/1)

میں گمان نہیں کرتا کہ عمر کسی مومن کے قتل کا اقدام کرے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقدام قتل کو درست قرار دیتے ہوئے اور قتل مسلم سے آپ کو بری قرار دیتے ہوئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

"فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما"

(النساء 65)

پس (اے حبیب ﷺ آپ کے پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے ہر اختلاف میں آپ کو (دل و جان سے) حکم نہ بنائیں پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے کسی بھی طرح دل گیر نہ ہوں، اسے دل سے بخوشی قبول کریں۔

گویا جو حضور نبی کریم ﷺ کے فیصلے کو آخری قطعی و حتمی نہیں سمجھتا اسے دل و جان سے تسلیم نہیں کرتا وہ سرے سے ایمان دار ہی نہیں ہے اور اسے آپ ﷺ کی بے ادبی و گستاخی توہین و تنقیص اور حکم نہ ماننے کی صورت میں قتل کرنا ایک مومن کو قتل کرنا نہیں بلکہ ایک گستاخ رسول اور مرتد کو قتل کرنا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب بشیر منافق کے قرابت دار اور ورثاء بارگاہِ نبوت ﷺ میں حاضر ہوئے خون بہا کا مطالبہ کرتے ہوئے حلفاً کہنے لگے، ہم تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بھلائی واحسان کے ارادے سے گئے تھے کہ وہ دونوں کے مابین صلح کرادیں جبکہ شان رسالتمآب میں گستاخی بایں صورت کہ آپ کے فیصلے سے انحراف وتمرد اور عدم تسلیم وانکار کا تو سرے سے ہمارا ارادہ اور نیت ہی نہ تھی سو ہمیں ہمارے مقتول کا خون بہادیا جائے۔

باری تعالیٰ نے ان لوگوں کی نفسیات وصفات سے آگاہ کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰہُ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ

یہ وہ (منافق وفاسد) لوگ ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے پس آپ ان سے اپنا رخ پھیر لیں۔ (النساء 63)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ''تفسیر مظہری'' میں مذکورہ آیہ کریمہ کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

" فاعرض عنهم ای عن قبول اعتذارهم او عن اجابتهم فی مطالبة دم المقتول فان دمه هدر " (تفسیر مظهری 156/2)

آپ ان کے عذر کو قبول کرنے یا مقتول کے خون کے مطالبے کا جواب دینے سے انکار کردیں اسلئے کہ اس کا خون رائیگاں وضائع گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس اقدام قتل کو درست قرار دیتے ہوئے اور اس پر شہادت وگواہی کیلئے حضرت جبرئیل امین بارگاہِ رسالتمآب ﷺ میں حاضر ہوئے عرض کی " ان عمر فرق بین الحق و الباطل " (تفسیر مظہری، 154/2) یقیناً حضرت عمر نے حق وباطل کے درمیان فرق کر دیا ہے۔

اس پر خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کو وہ تاریخی وبے مثال لقب عطا کیا جو آپ کی وجہ پہچان بن گیا۔

" فقال النبی لعمر انت الفاروق " (تفسیر کبیر)

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عمر آج سے تم فاروق (حق و باطل میں بڑا فرق کرنے والا) ہو گئے۔

یہاں دو باتیں قابل توجہ ہیں ایک حضور نبی کریم ﷺ کے حکم سے کسی کافر و غیر مسلم کا انکار و اختلاف بایں صورت کہ وہ آپ کی نبوت و رسالت پر سرے سے ایمان رکھتا ہے اور نہ آپ کے عطا کردہ احکام و سنن کو واجب التعمیل جانتا ہے۔ اپنے جملہ معاملات میں حکم و فیصل بھی تسلیم نہیں کرتا اب اگر ان عقائد کی بنا پر آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر نہیں ہوتا تو اس کا یہ عمل گستاخی و بے ادبی شمار نہ ہوگا بایں وجہ وہ شروع ہی سے گمراہی و ضلالت اور کفر پر قائم ہے۔ اس کا یہ اقدام اختلاف و انکار تو ہو سکتا ہے گستاخی نہیں۔

اس کے برعکس دوسری صورت، کوئی اپنے جملہ معاملات و نزاعات میں حضور سرور کائنات کو حکم و فیصل تسلیم کرے۔ آپ کے فیصلے کو قطعی و حتمی جانے، حتیٰ کہ اس کا کوئی معاملہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش ہو وہ حاضر خدمت ہو۔ بارگاہ نبوت سے صادر شدہ فیصلے کو اپنے مفادات کے خلاف پائے، فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کر دے تو اس شخص کا یہ عمل اختلاف ہی نہیں بلکہ گستاخی و بے ادبی اور عدم ایمان کا آئینہ دار ہے اس طرز عمل سے جہاں وہ فیصلہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت و صحت کا انکار کر رہا ہے وہاں شان رسالت مآب ﷺ میں بے ادبی و اہانت کا مرتکب بھی ہو رہا ہے اور تحاکم الی الرسول کی بجائے تحاکم الی الطاغوت کی طرف پناہ لے رہا ہے۔ جو صراحتاً گمراہی و ضلالت اور بے ادبی و گستاخی ہے۔ اور از روئے شرع اس کے جرم کے مرتکب کا خون رائیگاں جائے گا۔ قصاص و دیت کی صورت میں خون بہا بھی نہیں دیا جائے گا۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے اس شخص کو توبہ کا موقع دیئے اور نیت پوچھے بغیر بلا تاخیر قتل کر دیا سرے سے توبہ کا موقع ہی نہیں

دیا، قرآن حکیم نے آپ کے اس اقدام کے صائب ہونے کی تائید کردی
اور حضور نبی کریم ﷺ نے بھی حضرت عمر فاروق کی نافذ کردہ بغیر توجہ کے
وجوبی سزائے موت کو نہ صرف بحال رکھا بلکہ مقتول کے خون کو بھی باطل
قرار دے دیا۔ (تحفظ ناموس رسالت صفحہ 264 تا 269)

غور فرمائیں!: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کلمہ گو کو نبی کریم ﷺ کی اجازت کے بغیر (ماورائے عدالت) قتل کر دیا۔ اور اس از خود نوٹس لینے سے پہلے نہ تو اس شخص کے خلاف کوئی فتویٰ تھا اور نہ حکم خدا و مصطفیٰ ﷺ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی دانست کے مطابق اس کے اس فیصلہ نہ ماننے کے عمل کو **"گستاخی رسول"** پر محمول کیا اور از خود اسے قتل کر دیا۔ حالانکہ بظاہر اس نے نبی کریم ﷺ کے خلاف سب وشتم نہ کیا تھا لیکن چونکہ اس کے طرز عمل سے گستاخی موہوم تھی اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے ٹھکانے لگا دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس ماورائے عدالت قتل پر اللہ نے ان کی تائید میں قرآن اتارا اور اس گستاخ رسول منافق کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ نے اس قتل پر "قاتل" کو سزا نہیں سنائی بلکہ حضور اکرم ﷺ خوش ہوئے اور انعاماً آپ کو "فاروق" کا لقب عطا فرمایا۔ اور دوسرا اس شخص نے زبان سے نبی کریم ﷺ کی توہین نہ کی تھی۔ نہ سب وشتم کیا اور نہ ہی کوئی اور توہین پر مشتمل جملہ بولا۔ صرف اس کا طرز عمل گستاخانہ تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے گستاخی رسول پر محمول کرتے ہوئے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

نبی کریم ﷺ کا بحکم الٰہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ماورائے عدالت قتل کے بعد کا سلوک یہ سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ جب کوئی مومن شخص جذبہ حب مصطفوی میں کسی گستاخ رسول کو ماورائے عدالت بھی قتل کر ڈالے تو اس قتل کرنے والے کو سزائے

موت نہیں ملے گی۔ اور کسی گستاخ کو ٹھکانے لگانے سے اسلام روکتا نہیں بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ نیز اگر کسی کے فعل و کردار سے گستاخی موہوم ہوتی ہو تو ایسا شخص بھی واجب القتل ہوتا ہے۔

اب ڈاکٹر صاحب انٹرویو میں فرمودہ جملوں کو ایک بار پھر پڑھیں وہ کہتے ہیں۔

''اگر بالفرض اس نے کوئی جملہ ایسا بولا جو گستاخی رسول پر منتج ہوتا ہے اگر یہ ثابت ہو جائے تو پھر بھی کسی سویلین یا فرد کو قتل کرنے کی اجازت نہیں اور اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اگر وہ قانون اپنے ہاتھ میں لے کر (قتل) کرے گا تو اس کی سزا موت ہے۔''

اور دوبارہ ڈاکٹر صاحب کی کتاب سے لئے گئے طویل اقتباس کو پڑھیں تو ''تضاد'' صاف ظاہر ہے۔

قلم ان کا زبان ان کی مگر پھر بھی تعجب ہے
قلم کچھ اور لکھتا ہے زباں کچھ اور کہتی ہے

ڈاکٹر صاحب نے دانستہ یا نادانستہ تحفظ ناموس رسالت کے کاز کو نقصان پہنچایا ہے۔۔۔ گستاخ رسول کی گستاخی ثابت ہونے کے بعد یہ کہنا کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اور اس قتل کرنے والے کو سزائے موت دی جائے گی یہ صراحتاً قرآن و سنت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی مبارک زندگیاں ہمارے سامنے ہیں، انہوں نے خود پر لازم کر رکھا تھا کہ جیسے بھی حالات ہوں کوئی گستاخ زندہ نہ رہنا چاہئے چنانچہ ڈاکٹر صاحب کی کتاب کے اس پیرے پر بھی غور کریں لکھتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ تحقیق و تفتیش اور کسی خارجی قرینہ کے بعد اگر یہ امر متحقق ہو جائے کہ کوئی شخص حضور نبی کریم ﷺ سے متعلق بے ادبی و گستاخی، تنقیص و تحقیر اور توہین و

استخفاف کا نہ صرف عقیدہ رکھتا ہے بلکہ گا ہے بگا ہے اس کا ارتکاب بھی کرتا ہے تو ایسے شخص کو بغیر توبہ کا موقع دیئے اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار سے اس بات پر حلف لیا کہ جس شخص میں حضور اکرم ﷺ کی بیان کردہ علامات پاؤ اور تم پر یہ چیز علی وجہ الیقین متحقق بھی ہو جائے کہ یہ شخص اہانت رسول کا مرتکب ہوا ہے تو ایسے گستاخ کو توبہ کا موقع دیئے بغیر ان کی گردن تن سے اڑا دو۔

(تحفظ ناموس رسالت 271 از ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہ عادل شخص ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں ''قانون'' کا احترام کروانا آپ کا معمول تھا لیکن ناموس رسالت کے معاملہ میں وہ کس قدر سخت گیر ہیں کہ لوگوں پر یہ پابندی نہیں لگا رہے کہ اگر کسی شخص نے گستاخی کر ڈالی تو اسے میری عدالت میں پیش کرنا، گواہیاں لی جائیں گی، تزکیۃ الشہود کے عمل کے بعد میں خود ہی اس کی سزا کا فیصلہ کروں گا بلکہ آپ حلف لے رہے ہیں کہ جب کسی شخص پر ثابت ہو جائے کہ اس شخص نے واقعتاً گستاخی رسول کا ارتکاب کیا ہے تو ایسے شخص کو بغیر موقع دیئے اور عدالت میں گھسیٹے اس کو موقع پر قتل کر ڈالنا۔

ڈاکٹر صاحب خود غور فرمائیں کہ! کیا کسی گستاخ کو ماورائے عدالت قتل کرنے کی اسلام اجازت دیتا ہے یا نہیں۔۔۔۔؟

نبی کریم ﷺ کے صحابہ عشق ومحبت، ادب وتوقیر مصطفی ﷺ کے پیکر تھے ان کی زندگی کا معمول تھا کہ وہ کسی گستاخ کو زندہ نہیں چھوڑتے تھے عدالت (نبی علیہ السلام) کی اجازت کے بغیر کئی صحابہ کرام نے اپنے آقا ﷺ کے ناموس کے حملہ آوروں کو ماورائے عدالت قتل کیا، مقدمات بارگاہِ رسالت میں پیش ہوئے دیکھتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ کی عدالت سے ماورائے عدالت قتل کے ان مقدمات کا کیا فیصلہ ہوا۔

گستاخ یہودی عورت کا قتل، نبوی فیصلہ اور تحریر و تقریر کا واضح تضاد!

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم سے مروی ہے کہ

ان یھودیۃ کانت تشتم النبی و تقع فیہ فخنقھا رجل حتی ماتت فابطل رسول اللہ دمھا " (مشکوۃ 308)

ایک یہودیہ حضور اکرم ﷺ کی بے ادبی و گستاخی اور آپ ﷺ کی شان میں توہین و تنقیص کا ارتکاب کرتی تھی ۔اس کی اس گستاخی کے باعث ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کا گلا گھونٹ کر اس کو قتل کر ڈالا (اس کا مقدمہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا) تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔

اس حدیث اور واقعہ کی بابت ڈاکٹر صاحب کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں کہ ڈاکٹر صاحب کے **"ویمبلے کانفرنس"** سے قبل اور بعد کی فکر اور تحریر و تقریر میں کتنا واضح فرق ہے۔ چنانچہ موصوف رقمطراز ہیں:

> آقائے دو جہاں کی بے ادبی و گستاخی، اہانت و تنقیص کا مرتکب خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس کا خوان رائیگاں جائے گا۔ اس بے ادب و گستاخ کے قاتل پر قصاص و دیت اور تعزیر کچھ بھی نہ ہوگا کیونکہ وہ حداً مارا جا رہا ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے جو حد الٰہی کے قیام سے مارا گیا اس کے خون پر قصاص و دیت کچھ بھی لازم نہیں۔ اس کا خون باطل و رائیگاں جائے گا۔
>
> (تحفظ ناموس رسالت ص 242)

اگلے صفحے پر واقعات حدیث کہ جن میں گستاخوں کو قتل کیا گیا تھا اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

> "غرضیکہ پہلے دونوں کیسوں Cases میں آقائے دو جہاں ﷺ نے اسلامی ریاست کے حاکم وقت Head of The State کے کچھ

افراد کو مامور کر کے اپنے گستاخوں کو قتل کروایا جبکہ آخری دو کیسوں میں صحابہ کرام نے گستاخانِ رسول کو قتل کیا۔ معاملہ ہر کیس میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے مقتولوں کی گستاخی واہانت کے سبب ان کے خون باطل قرار دیئے یعنی ان کے قتل پر کسی قسم کا قصاص و دیت نہ لی جائے گی۔ ان کا خون رائیگاں و بے سود تصور کیا جائے گا۔''

(تحفظ ناموس رسالت ص 243)

غور فرمائیں! جب گستاخِ رسول کے قاتل پر قصاص و دیت اور تعزیر کچھ بھی نہیں اور اس کا خون رائیگاں اور باطل ہے اور ماورائے عدالت قتل پر رسول اللہ ﷺ کچھ مواخذہ نہیں فرماتے تو پھر یہ کہنا کہ اسلام ایسے قتل کی اجازت نہیں دیتا اور گستاخ رسول کے قاتل کو سزائے موت ہونی چاہیئے کس قدر خطرناک اور حیران کن سٹیٹمنٹ ہے نیز تقریر و تحریر میں تضاد روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے۔

یونہی ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر گستاخِ رسول کو **مباح الدم** قرار دیا ہے اور دین کا مبتدی طالب علم بھی اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ جو شخص **مباح الدم** ہو اس کے قاتل پر کوئی سزا نہیں۔ چنانچہ جناب موصوف لکھتے ہیں:

''جب انسان کا خون و مال محفوظ رہتا ہے وہ اس وقت تک **مباح الدم** نہیں ہوتا، مگر جوں ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بے ادبی و گستاخی اور مخالفت و مخاصمت کا کوئی اقدام کرتا ہے تو **مباح الدم** ہو جاتا ہے اور اپنی جان و مال اور خون کے بارے میں عدم تحفظ کا شکار ہو جاتا ہے اور عجیب قسم کے خوف و وحشت میں مبتلا ہوتا ہے اس کا یہ خوف اس کو طبقہ اذلین میں شامل کر دیتا ہے پھر وہ معصوم الدم نہیں رہتا بلکہ اس کا قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے جان و مال کی محافظت کا عہد و پیماں گستاخی واہانت رسول ﷺ کی وجہ سے اٹھ جاتا ہے۔ (تحفظ ناموس رسالت ص 137)

غور کریں جب گستاخ کو قتل کرنا واجب ہے تو اس کے قاتل پر سزا کیسی ؟؟؟

نیز ایک مقام پر رقمطراز ہیں:

جب اللہ جل شانہ، نے دنیا و آخرت میں (گستاخ رسول ﷺ) پر لعنت فرمائی تو یہ ایسے ہی ہے جیسے صفحہ ہستی سے اسے مٹانا اور قتل کرنا ہے پس یہ بات معلوم ہوئی کہ (شاتم رسول) **مباح الدم** ہے۔ (تحفظ ناموس رسالت 154)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''جونہی کوئی فرد بشر آقائے دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں ایذاء و تکلیف سب وشتم، گستاخی واہانت کا ارتکاب کرے، **مباح الدم** ہو جائے گا۔''

(تحفظ ناموس رسالت ص 238)

یونہی آپ لکھتے ہیں:

آقائے دو جہاں ﷺ نے اہل ایمان کو اپنے ان گستاخوں کا **خون مباح** قرار دیتے ہوئے بڑا واضح وصریح حکم ارشاد فرمایا: ''وہ جہاں کہیں بھی ملیں) انہیں قتل کر دو اگر چہ (وہ اپنی جان کی حفاظت کیلئے) کعبہ شریف کے پردوں سے ہی چمٹے ہوئے پاؤ۔'' (تحفظ ناموس رسالت ص 245)

جب گستاخ رسول مباح الدم ہے اور معصوم الدم نہیں ہے تو پھر غیر معصوم الدم کے قتل پر قصاص کا مطالبہ چہ معنی دارد؟ حقیقت یہ ہے کہ پروفیسر صاحب کی تحریر و تقریر میں تضاد ہے اور یہ اسی صورت میں دور ہو سکتا ہے کہ جب تحریر و تقریر میں سے کسی ایک کو غلط قرار دیا جائے۔

منت بھی مانی تو کیسی:

أَنَّ عَصْمَاءَ بِنْتَ مَرْوَانَ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ كَانَتْ تَحْتَ يَزِيدَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حِصْنٍ الْخَطْمِيِّ وَكَانَتْ تُؤْذِي النَّبِيَّ ﷺ وَتَعِيبُ الْإِسْلَامَ وَتُحَرِّضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَتْ شِعْرًا :------

قال عُميرُ بنُ عدى بنِ خرشة بنِ أُميةَ الخطمىِّ حين بلغهُ قولُها وتحريضُها: اللّهم إن لک علیّ نذرًا لئن رددت رسولَ اللّه ﷺ إلى المدينةِ لأقتلنّها۔ ورسولُ اللّه ﷺ يومئذٍ ببدرٍ فلمّا رجع رسولُ اللّه ﷺ من بدرٍ جاء ها عُميرُ بنُ عدى فى جوفِ اللّيلِ حتّى دخل عليها فى بيتها ، وحولَها نفرٌ من ولدِها نيامٌ منهم من ترضعهُ فى صدرِها؛ فجسّها بيدِه فوجد الصّبىّ ترضعهُ فنحاهُ عنها ، ثمّ وضع سيفهُ على صدرِها حتّى أنفذهُ من ظهرِها ، ثمّ خرج حتّى صلّى الصّبحَ مع النّبىّ ﷺ بالمدينةِ ۔ فلمّا انصرف النّبىّ ﷺ نظر إلى عُميرٍ فقال أقتلتَ بنتَ مروان ؟ قال نعم بأبى أنت يا رسولَ اللّهِ ۔ وخشى عُميرٌ أن يكون افتات على النّبىّ ﷺ بقتلِها ، فقال هل علىَّ فى ذلک شىءٌ يا رسولَ اللّه ؟ قال لا ينتطحُ فيها عنزان فإنّ أوّلَ ما سمعتُ هذه الكلمةَ من النّبىّ ﷺ ۔ قال عُميرٌ فالتفت النّبىّ ﷺ إلى من حولَهُ فقال إذا أحببتم أن تنظروا إلى رجلٍ نصر اللّهَ ورسولَهُ بالغيبِ فانظروا إلى عُميرِ بنِ عدىّ ۔ فقال عمرُ بنُ الخطّاب رضى اللّهُ عنهُ انظروا إلى هذا الأعمى الّذى تشدّد فى طاعةِ اللّهِ ۔ فقال لا تقل الأعمى ، ولكنّهُ البصيرُ فلمّا رجع عُميرٌ من عندِ رسولِ اللّه ﷺ وجد بنيها فى جماعةٍ يدفنونها ، فأقبلوا إليه حين رأوهُ مقبلًا من المدينةِ ، فقالوا : يا عُميرُ أنت قتلتها ؟ فقال نعم فكيدونى جميعًا ثمّ لا تنظرونِ فوالّذى نفسى بيدِه لو قلتم بأجمعكم ما قالت لضربتكم بسيفى هذا حتّى أموتَ أو أقتلكم فيومئذٍ ظهر الإسلامُ

(كتاب المغازى 161/1)

عصماء بنت مروان خطمی نبی علیہ السلام کو ایذاء دیتی تھی (گستاخی کرتی تھی) اور اسلام میں عیب نکالتی اور نبی علیہ السلام کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتی اور (مذکورہ گستاخانہ) اشعار (حضور ﷺ کے خلاف) کہے۔ جب حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کو اس کے اشعار اور لوگوں کو بھڑکانے کی بابت پتہ چلا تو آپ نے یہ منت مانی کہ اے اللہ میں یہ منت مانتا

ہوں کہ اگر رسول اللہ ﷺ (بخیریت) مدینہ طیبہ لوٹ آئے تو میں اس کو ضرور قتل کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ ان دنوں بدر میں تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ (بخیریت) بدر سے واپس لوٹ آئے تو عمیر بن عدی اس عورت کے گھر ایک رات اس حال میں داخل ہوئے کہ اس عورت کے بچے اس کے ارد گرد سو رہے تھے اور ان میں سے ایک بچہ اس کا دودھ پی رہا تھا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ٹول کر محسوس کیا تو بچے کو اس کے سینے پر دودھ پیتے پایا اور اس بچے کو اس سے الگ کیا اور اپنی تلوار اس کی چھاتی میں اس طرح دبائی کہ وہ اس کی کمر سے جا نکلی۔ پھر وہاں سے واپس نکلے یہاں تک کہ صبح کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ میں ادا کی پس جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف آپ نے دیکھا تو پوچھا کہ کیا تو نے بنت مروان کو مار ڈالا ہے۔ آپ نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ایسا ہی ہے۔ (میں نے اسے مار ڈالا ہے) حضرت عمیر رضی اللہ عنہ ڈر گئے کہ اس قتل پر نبی کریم ﷺ باز پُرس فرمائیں گے۔ چنانچہ عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا اس قتل کی وجہ سے مجھ پر کوئی شے (سزا) ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے معاملے میں تو دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے (یعنی کوئی باز پُرس نہیں ہوگی) راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ (دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے) پہلی دفعہ رسول اللہ ﷺ سے سنے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا اگر تم پسند کرتے ہو کہ ایسے شخص کی طرف دیکھو کہ جس نے پیٹھ پیچھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولے اس اندھے کو دیکھو جو اللہ کی اطاعت میں کتنا متشدد ہے پس نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو اندھا نہ کہو بلکہ یہی تو بصارت والا ہے۔ جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اٹھ کر واپس لوٹ رہے

تھے تو اس مقتولہ کے بیٹوں کو لوگوں کے ساتھ اسے دفن کرتے پایا۔ پس وہ لوگ حضرت عمیر ﷛ کو مدینہ طیبہ سے واپس لوٹتا دیکھ کر ان کے پاس آ گئے اور پوچھا: اے عمیر کیا تم نے اس کو قتل کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں، آؤ مجھے پکڑ لو اور مجھے نہ چھوڑ نا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو کچھ اس نے کہا تھا (جو گستاخی کی تھی) اگر تم سارے بھی وہی بات کہو تو میں تمہیں اپنی اس تلوار سے قتل کروں گا خود مر جاؤں گا یا تم سب کو مار ڈالوں گا۔ راوی کہتے ہیں یہ وہ دن تھا کہ جس دن اسلام کی حقانیت ظاہر ہو گئی۔

الکتاب :مغازی المؤلف:الواقدی -(ج 1/ ص 161) دارالکتب العلمیة بیروت

طرزِ استدلال: " خشی عمیر ان یکون افتات علی النبی بقتلها "

حضرت عمیر ﷛ ڈر گئے کہ حضور اکرم ﷺ اس عورت کے قتل پر باز پرس فرمائیں گے۔ کے الفاظ پر غور فرمائیں، ماورائے عدالت معلونہ کو قتل کرنے پر حضرت عمیر ﷛ ڈر گئے تھے کہ حضور اکرم ﷺ اس قتل پر باز پُرس فرمائیں گے۔ حضرت عمیر ﷛ کا اس طرح ڈرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس عورت کو قتل کرنے کے سلسلے میں عدالت (نبی کریم ﷺ) کی طرف سے اس سے قبل واضح کوئی حکم یا اجازت نہ لی گئی تھی اگر پہلے سے اجازت حاصل ہوتی یا کوئی حکم ہوتا تو پھر ڈرنے کا کیا مطلب؟ اور یہ سوال کرنے کا کیا مقصد کہ

ھل علیّ فی ذالک شی یا رسول اللہ یارسول اللہ کیا اس عورت کے قتل کرنے پر مجھ پر کوئی سزا ہے؟

رسول اللہ ﷺ کا واضح فیصلہ کہ اس قتل پر دو بکریوں کے سینگ تک نہ ٹکرائیں گے۔ ہمارے مؤقف کی بھر پور تائید کرتا ہے۔ اور پھر حضور ﷺ کا حضرت عمیر بن

عدی ﷺ کو پیٹھ پیچھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مددگار قرار دینا اور عمر فاروق ﷺ کو "لا تقل الاعمی ولکنه البصیر" کہ اے عمر اندھا نہ کہو یہ آنکھوں والا ہے" کے جملوں سے واضح ہو رہا ہے کہ صراحتاً اس قتل کی تائید کی جا رہی ہے اور ان جملوں میں محبت و چاہت کی کس قدر گہرائی ہے یہ اہل محبت ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ فیو مسئذ ظھر الاسلام کا جملہ قابل غور بھی ہے اور ہمارا مؤید بھی۔

معلوم ہوا کسی گستاخ ملعون کو ماورائے عدالت قتل کرنے کی اسلام ممانعت نہیں کرتا بلکہ اس طرح کے قتل کے بعد اسلام کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے اور اسلام کا غلبہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایسا شخص اللہ کے دین کا باغی نہیں مددگار ہوتا ہے اور کائنات کی سب سے بڑی عدالت سے اسے سزا نہیں ملتی بلکہ ایسا عاشق جزاء کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی سٹیٹمنٹ پر ایک دفعہ پھر نظر ڈالیں اور غور کریں کہ یہ صاحب دینی معاملات اور بالخصوص ناموسِ رسالت کے معاملے میں کس قدر بے احتیاطی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اور ان کے متعلقین و متوسلین جو مرزا قادیانی کے متعلقین کے خلاف تحریر و تقریر میں اس بات پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ جب مرزا قادیانی کا جھوٹ اس کی تحریروں سے ظاہر ہے اس کے اباطیل کے ظاہر ہونے کے باوجود آخر مرزا قادیانی کا انکار کیوں نہیں کر دیتے؟ ان حضرات پر مجھے بھی اسی طرح کی حیرت ہے کہ آپ بھی آخر کلمہ تو ہمارے رسول اللہ ﷺ کا پڑھتے ہیں کسی عالم دین یا پیر کا تو نہیں پھر ناموسِ رسالت کے معاملے میں مداہنت اور خاموشی کا راز............؟

ایک اور عاشق کی ادائے فرزانگی اور سید عالم ﷺ کا فیصلہ:

حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيهِ فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ ﷺ

وتشتمه فاخذ المغول فوضعه في بطنها واتكأ عليها فقتلها فوقع بين رجليها طفل فلطخت ما هناك بالدم فلما أصبح ذكر ذلك لرسول الله ﷺ فجمع الناس فقال أنشد الله رجلا فعل ما فعل لي عليه حق إلا قام. فقام الأعمى يتخطى الناس وهو يتزلزل حتى قعد بين يدي النبي ﷺ فقال يا رسول الله أنا صاحبها كانت تشتمك وتقع فيك فأنهاها فلا تنتهي وأزجرها فلا تنزجر ولي منها ابنان مثل اللؤلؤتين وكانت بي رفيقة فلما كانت البارحة جعلت تشتمك وتقع فيك فأخذت المغول فوضعته في بطنها واتكأت عليها حتى قتلتها. فقال النبي ﷺ ألا اشهدوا أن دمها هدر. (سنن ابی داؤد 234/2)

حضرت سیدنا ابن عباس ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی ؓ کی ام ولد (لونڈی) تھی جو حضور ﷺ کو گالی دیتی تھی وہ صحابی ؓ اس کو منع فرماتے وہ نہ رکتی اسے جھڑکتے لیکن وہ نہ مانتی ایک رات وہ حضور ﷺ کے بارے میں جب برائی کے کلمات کہنے لگی تو اس نابینا صحابی ؓ نے تلوار لی، اس کے پیٹ میں رکھی اور اس پر زور ڈالا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے پاؤں میں بچہ گرا اور خون آلود ہو گیا۔ پس جب صبح کے وقت حضور ﷺ کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا گیا تو حضور ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ میں اللہ کی قسم دیتا ہوں اس شخص کو جس نے یہ کام کیا ہے جس پر میرا کوئی حق ہے وہ کھڑا ہو جائے چنانچہ وہ نابینا صحابی ؓ کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو چیرتے ہوئے اور لرزہ براندام حضور ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اس لونڈی کا مالک ہوں۔ یہ آپ کو گالیاں دیا کرتی اور برے کلمات سے یاد کرتی تھی میں اسے روکتا نہ رکتی اسے جھڑکتا باز نہ آتی۔ اور اس سے موتیوں کی مانند میرے دو بچے ہیں اور یہ میری رفیقہ حیات تھی گذشتہ رات جب اس نے آپ کو گالیاں دینا اور برا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے تلوار اٹھائی اس کو اس کے پیٹ پر رکھ کر

دبایااورا سے قتل کر دیا۔ پس اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم گواہ ہو جاؤ اس (گستاخہ) کا خون رائیگاں چلا گیا ہے۔

الکتاب :سنن أبی داود (ج 2/ ص 243) ایچ ایم سعید کمپنی

یہاں پر بھی عشق ومحبت کا اظہار کرنے والا حضور ﷺ کا عاشق ظاہری بصارت سے محروم ہے۔ اور بغیر عدالت کی اجازت کے گستاخہ کوٹھکانے لگا رہا ہے اور رحمت عالم ﷺ کا اشھدوا ان دمھا ھدر تم گواہ رہو اس کا خوان رائیگاں چلا گیا۔ کے جملے ارشاد فرما کر گستاخانِ رسول کے خون کو رائیگاں قرار دے کر قانونِ شریعت کی بناء فرما رہے ہیں کہ گستاخانِ رسول کو قتل کرنے والا، **"سزائے موت"** کا مستحق نہیں بلکہ ایسا شخص انعام کا حقدار ہے۔

ڈاکٹر صاحب سے گذارش ہے کہ کیا حدیث پاک کے واضح ارشاد اور سید عالم ﷺ کے فیصلے کے باوجود بھی آپ کا موقف تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا واضح طور پر آپ کا مؤقف سنتِ مصطفیٰ کے خلاف نہیں ہے؟

ایک ملعونہ عورت کا قتل اور سید الرسل ﷺ کا مبارک فیصلہ:

"عَنْ عُمَيْرِ بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ أُخْتٌ فَكَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ آذَتْهُ فِيهِ ، وَشَتَمَتِ النَّبِيَّ ﷺ ، وَكَانَتْ مُشْرِكَةً ، فَاشْتَمَلَ لَهَا يَوْمًا عَلَى السَّيْفِ ، ثُمَّ أَتَاهَا فَوَضَعَهُ عَلَيْهَا ، فَقَتَلَهَا فَقَامَ بَنُوهَا فَصَاحُوا ، وَقَالُوا :قَدْ عَلِمْنَا مَنْ قَتَلَهَا أَفَتَقْتُلُ أُمَّنَا وَهَهُنَا قَوْمٌ لَهُمْ آبَاءٌ وَأُمَّهَاتٌ مُشْرِكُونَ ، فَلَمَّا خَافَ عُمَيْرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يَقْتُلُوا بِهَا غَيْرَ ، قَاتِلِهَا فَذَهَبَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ ، فَقَالَ : قَتَلْتَ أُخْتَكَ ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: وَلِمَ ؟ قَالَ :لَمَّا كَانَتْ تُؤْذِينِي فِيكَ ، فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى بَنِيهَا فَسَأَلَهُمْ ، فَسَمَّوْا غَيْرَ قَاتِلِهَا فَأَخْبَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ بِهِ وَأَهْدَرَ

دَمَهَا ، فَقَالُوا :سَمْعًا وَطَاعَةً الكتاب: (المعجم الكبير -ج 17/ ص 64)

حضرت عمیر بن امیہ ﷺ سے روایت ہے کہ ان کی ایک مشرکہ بہن تھی جب وہ نبی علیہ السلام کی طرف جاتے تو وہ حضور ﷺ کے حوالے سے ان کو اذیت دیتی اور حضور ﷺ کو گالیاں دیتی ایک دن یہ تلوار لے کر آئے اور اس کو قتل کر دیا اس کے بیٹے کھڑے ہوئے اور چیخنے لگے اور کہنے لگے ہمیں پتہ ہے کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے ہماری ماں مار ڈالی گئی جبکہ یہاں ایسے اور لوگ بھی ہیں کہ جن کے ماں باپ مشرک ہیں ۔ جب حضرت عمیر ﷺ کو خطرہ لاحق ہوا کہ وہ اپنی ماں کے بدلے کسی اور (بے گناہ) کو (قاتل سمجھ کر) قتل کر دیں گے تو وہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں اس قتل کی خبر دی پس سرکار ﷺ نے پوچھا کیا تو نے اپنی بہن کو مار ڈالا؟ آپ نے عرض کی جی ہاں، سرکار ﷺ نے پھر پوچھا کہ کیوں؟ عرض کی اس لئے کہ وہ آپ کے معاملے میں مجھے اذیت دیتی تھی (آپ کی گستاخی کرتی تھی) پس نبی علیہ السلام نے اس کے بیٹوں کو بلا بھیجا اور ان سے ان کی ماں کے قاتل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے حضرت عمیر ﷺ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس قتل کے بارے میں بتایا اور اس مقتولہ کا خون ضائع قرار دیا۔ مقتولہ کے بیٹوں نے جب یہ سنا تو کہنے لگے ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

اس حدیث میں بھی واضح موجود ہے کہ حضور کے غلام حضرت عمیر بن امیہ ﷺ نے اپنی سگی بہن کو ماورائے عدالت قتل کیا تو حضور اکرم ﷺ نے قاتل کے قتل کو غیر اسلامی قرار دے کر اسے سزائے موت نہیں سنائی بلکہ سید عالم نے اس ملعونہ کا خون رائیگاں قرار دے دیا۔

معلوم ہوا کہ جو شخص کسی متحقق گستاخ کو ٹھکانے لگا دے اس پر اسے شرعاً کوئی

سزا نہیں دی جا سکتی نہ قصاص نہ دیت اور نہ ہی تعزیر بلکہ مقتول ملعون کا خون رائیگاں چلا جائے گا۔ اور دوسرا اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کسی مرتد و گستاخ کے ورثاء ایماندار لوگ ہیں تو جب ان پر یہ بات عیاں ہو جائے کہ ان کے رشتہ دار مقتول کا قتل اس کی گستاخی کے باعث ہی کیا گیا ہے تو ایسی صورت میں انہیں چاہیے کہ اس نبوی فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور قاتل مجاہد کے خلاف کیس کرنے اور اسے سزائے موت دلوانے کے بجائے سمعنا و اطعنا کہتے ہوئے کیس سے دست بردار ہو جائیں یہ ان کے اور ملک و قوم کے بھلے میں ہے۔

اللہ کی جماعت کے کارکن:

گستاخان رسول کو ٹھکانے لگانے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کا کارکن قرار دیتا ہے چنانچہ سورۃ مجادلہ کی آخری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْماً يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۔۔۔الآية (المجادله 22)

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ایسے لوگوں سے محبت کرتے پھریں کہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا بھائی یا قریبی رشتہ دار۔ یہی لوگ ہیں کہ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا اور ان کی مدد فرمائی ہے اپنی طرف کی روح کے ساتھ۔ اور وہ ان کو داخل کرے گا باغات میں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہی تو اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں آگاہ رہو کہ اللہ کی جماعت کامیاب ہے۔

اس آیت کا شان نزول مفسرین کرام نے یہ بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام ﷺ نے نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرنے والے اپنے قریبی رشتہ داروں کو قتل کر دیا تھا۔ جن میں حضرت مصعب بن عمیر ﷺ نے اپنے سگے بھائی عبداللہ بن عمیر کو قتل کیا، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ﷺ جو کہ عشرہ مبشرہ میں ہیں، نے اپنے والد جراح کو قتل کیا۔ اسدالغابہ، جلد 4، میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ۔۔۔

"انی سمعت ابی یقول فیک قبیحاًفقتلته"

یارسول اللہ میں نے اپنے باپ کو سنا کہ وہ آپ کے بارے میں برا بول رہا تھا (گستاخی کر رہا تھا) تو میں نے اسے قتل کر دیا۔ چنانچہ جب سرکار ﷺ نے یہ سنا تو آپ ﷺ نے مواخذہ نہیں فرمایا کہ اے صحابی تم عشرہ مبشرہ میں سے ہو تمہیں والد کی عظمت کا علم نہیں؟ والد کو تو اف کہنا بھی ناجائز ہے بلکہ حضور ﷺ نے اپنے باپ کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے صحابی پر کوئی گرفت نہ فرمائی بلکہ فلم یشق ذالک علیه سرکار مدینہ ﷺ پر یہ بات ذرا بھی شاق نہ گزری۔ امام نووی نے یہی روایت اپنی کتاب المجموع میں ذکر فرمائی ہے وہاں حدیث کے الفاظ ہیں و لم ینکره علیه حضور ﷺ نے اپنے اس صحابی پر کوئی نکیر نہ فرمائی (یعنی خون کو رائیگاں قرار دیا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں کو حزب اللہ، اللہ کی جماعت قرار دیا گیا۔

ڈاکٹر صاحب خود غور فرمالیں جنہیں وہ قاتل اور سزائے موت کے مستحق قرار دے رہے ہیں اللہ انہیں اپنی جماعت کے کارکن قرار دے رہا ہے چنانچہ اللہ کی جماعت سے ٹکرا اچھی بات نہیں ہوتی۔

قلم اور زبان کے واضح تضادات:

اپنے انٹرویو میں تو ڈاکٹر صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اسلام کسی سویلین یا فرد کو قتل کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ قانون کو ہاتھ میں لے کر گستاخ کو قتل کر ڈالے۔۔۔۔

جبکہ اپنی کتاب میں اسکے بالکل برعکس کچھ یوں رقمطراز ہیں:

توہین و گستاخی رسول جُرم عظیم ہے جس کی سزا دنیا میں صرف اور صرف قتل ہی ہے حضور سرور کائنات نے بذات خود اپنے گستاخوں کے قتل کا اہل ایمان کو حکم دیا کہ یہ جب اور جہاں تمہیں مل جائیں ان کا قصہ تمام کر دو۔ بے ادبی و گستاخی رسول پر انہیں ابدی نیند سلا کر واصل جہنم کر دو۔
(تحفظ ناموس رسالت 256)

غور فرمائیں! ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تمام اہل ایمان کو حکم دے رکھا ہے کہ گستاخ جہاں اور جب ملے اسے قتل کر دو۔ تو جب کوئی مومن کسی گستاخ کو نبی ﷺ کے حکم پر قتل کرے گا تو اسکا یہ فعل غیر اسلامی کیسے کہلائے گا؟ یہ تو عین اسلام ہے کیونکہ وہ نبی ﷺ کے حکم کو بجالا رہا ہے پھر نبی ﷺ کے حکم کو بجالانے والا سزائے موت کا مستحق کیوں کر؟ چنانچہ ڈاکٹر صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

جو شخص تعظیم رسول سے منحرف ہو کر کسی دوسری روش و طریق پر چلے تو امت پر لازم ہے کہ ایسے گستاخ و بد بخت کو صفحہ ہستی سے مٹا دے یہاں تک کہ اس کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ یہ حرماں نصیب گستاخی و بے ادبی کے عمل کے باعث کل دین کی بنیاد اور عمارت منہدم کرنے کے سعی لا حاصل کر رہا ہے اس جرم عظیم کے ارتکاب کی وجہ سے مستحق عتاب اور اس لائق ہے کہ اس کی گردن تن سے جدا کر دی جائے اور پھر ہمیشہ کیلئے اسے دوزخ کا ایندھن بنا دیا جائے۔ (تحفظ ناموس رسالت 44)

موصوف واضح طور پر گستاخ کو ٹھکانے لگانے کیلئے پوری امت کی ذمہ داری بیان فرما رہے ہیں کیا یہ واضح طور پر گستاخ کو ماورائے عدالت قتل کرنے کا اشتعال نہیں ہے؟

سلمان رشدی کے قتل کا فتویٰ اور موقف کی وضاحت:

سلمان رُشدی نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ کی توہین کا ارتکاب کیا تو اہل مغرب نے اسے بچانے کے لئے اسے اپنے ہاں پناہ دے ڈالی اس پر ایران کے شیعہ رہنما خمینی صاحب نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا اور اس کے سر کے قیمت 30 لاکھ ڈالر مقرر کی۔ اس قتل کے فتوے کی تائید ڈاکٹر صاحب کچھ یوں فرماتے ہیں:

"مسلمان اس دریدہ دھن کے قتل کے درپے ہے اور رہے گا اور ہم اس کے قتل کے فتوے کے حامی ہیں اور مرتے دم تک رہیں گے ہمارے نزدیک جو کوئی بھی سرورِ کون و مکان کی عزت و حرمت کے خلاف زبان درازی کرے وہ واجب القتل ہی ہے۔ مختصر یہ کہ وہ امت جس کی غیرت و حمیت نے اپنے نبی کی شان اقدس میں گستاخی و بے ادبی، توہین و تحقیر اور استخفاف و تنقیص کے مرتکب گستاخ کا زندہ رہنا گوارا کر لیا اللہ کی عزت کی قسم خدا کی غیرت اس امت کا حمیت و غیرت اور عزت کے ساتھ جینا گوارا نہیں کرے گی۔ (تحفظ ناموس رسالت ص 361)

جناب والا: جب کسی گستاخ کو ماورائے عدالت قتل کی اسلام میں اجازت ہی نہیں ہے تو پھر ہر مسلمان کے قتل کر ڈالنے کے فتوے کی حمایت کا کیا مطلب؟ کیا آپ نے ایک غیر اسلامی فتوے کی حمایت کر ڈالی تھی؟ کیا آپ کی اس تحریر سے قانون کو ہاتھ میں لے کر ماورائے عدالت گستاخ کو قتل کرنے کی تحریض نہیں دلائی گئی؟ اگر نہیں تو پھر کیا صاف ظاہر نہیں کہ آپ کی انٹرویو میں دی گئی موجودہ سٹیٹمنٹ غیر اسلامی ہے۔ اور پھر ڈاکٹر صاحب سے دست بستہ عرض ہے کہ خمینی صاحب کے فتوے کی تائید اور

ہزاروں علمائے اہل سنت کے فتوے کی مخالفت کا باعث کیا ہے؟ سلمان رشدی بھی مرتد تھا اور سلمان تاثیر بھی اپنے قول و کردار کے باعث مرتد ہو چکا تھا۔ رشدی کو ''مغرب'' نے شلٹر فراہم کر رکھا تھا اور گورنر کو اس کے گورنری کے عہدے اور انگریزی قانون نے۔ البتہ خمینی صاحب اور علمائے اہل سنت کے فتوے میں ''ڈالروں'' کا فرق ضرور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے صحابہ کی تربیت ہی یہی تھی کہ گستاخِ رسول کو جینے کا موقع نہیں ملنا چاہیئے۔ ماورائے عدالت ہو یا بحکم عدالت، اس کا خاتمہ ضروری ہے چنانچہ اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے موصوف اپنی اسی کتاب میں دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

> جو شخص تنقیص واہانت پر مشتمل الفاظ عمداً حضور ﷺ کی شان اقدس میں استعمال کرتا ہے تو وہ اس فعل کے باعث کافر ہو جاتا ہے اور سزائے موت کا مستحق۔
> حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
> **" قال المومنون بعد هذه الايت من سمعتموه بقولها فاضربوه عنقه "**
> صحابہ کرام نے اس آیت کریمہ (**لا تقولوا راعنا**) کے نازل ہونے کے بعد یہ کہا کہ جس کسی کو حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی واہانت کا یہ کلمہ کہتے ہوئے سنو تو اس کی گردن اُڑا دو۔ گویا صحابہ کرام نے اس آیت مقدسہ کے نزول کے بعد یہ عقیدہ راسخ کر لیا کہ کوئی فرد بشر حضور نبی کریم ﷺ کی اہانت پر مشتمل کوئی کلمہ زبان سے نکالے تو اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ ایسا بے ادب و گستاخ اس سرزمین پر مزید جینے کا کوئی حق نہیں رکھتا ہے۔ (تحفظ ناموس رسالت ص 105)

جب کسی کو ماورائے عدالت ٹھکانے لگانے کی اسلام اجازت نہیں دیتا تو پھر صحابہ کرام کے عہد کرنے کا کیا مطلب؟ معلوم ہوا گستاخِ رسول کو ماورائے عدالت

بھی قتل کرنا غیر اسلامی طرز عمل نہیں ہے بلکہ سنت صحابہ کرام ہے۔ یہ بات بجا ہے کہ ہمارے ملکی قانون میں توہین رسالت کی سزا ''موت'' موجود ہے۔ لہٰذا ہمیں ایسے گستاخ شخص کو عدالت کے حوالے کرنا چاہیئے لیکن یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ کیا صحابہ کرام کے دور میں گستاخ کی سزائے **موت** کا قانون موجود نہ تھا؟ پھر ایسے لوگوں کو از خود قتل کرنے کے متعلق عہد کرنے کا کیا معنٰی؟

ماورائے عدالت قتل اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

اگر تاریخ اسلامی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ جب بھی کسی گستاخ نے نبی علیہ السلام کی توہین کرتے ہوئے سر اٹھایا عاشقانِ مصطفٰی نے اس کا کام تمام کردیا۔ اگر ایسے گستاخ کو اسلامی سلطنت کی عدالت میں پیش کیا گیا تو عدالت نے اس کا سر قلم کروایا اور اگر کسی عاشق رسول نے ایسے گستاخ کو ماورائے عدالت قتل کردیا اور عدالت پر یہ بات واضح ہوگئی کہ اس قتل کا محرک صرف اور صرف توہین رسالت ہے تو اسلامی عدالت نے ایسے مجاہدوں کو کبھی بھی **سزائے موت نہیں** دی بلکہ ان کے اس اقدام کی **حوصلہ افزائی** کی ہے۔ اسی طرح کے ایک ماروائے عدالت قتل اور اس پر عدالت اسلامیہ کے فیصلے کو ملاحظہ فرمائیں:

''امام شہاب الدین محمد بن احمد الابشھی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ بحرین میں چند بچے ٹیڑھی لکڑیوں سے کھیل رہے تھے اور بحرین کے پادریوں کا سردار (اسقف) بھی بیٹھا ہوا تھا۔ دوران کھیل اچانک گینداس کے سینے پر جالگی تو اس نے گیند اپنے پاس رکھ لی بچے اس سے گیند مانگنے لگے تو اس نے گیند دینے سے انکار کر دیا۔ بچوں میں سے ایک بچے نے اسے کہا۔ **سالتک بحق محمد الا وردتھا علینا** تمہیں آقا کریم حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کا واسطہ گیند ہمیں واپس کردو۔

اس ملعون نے گیند دینے سے انکار کر دیا اور ساتھ ہی رسول اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا مرتکب ہوا۔ یہ سنتے ہی بچے اپنی کھیلنے والی لکڑیاں (ہاکی کے مشابہ) اٹھا کر اس ملعون پادری پر چڑھ دوڑے اور اس کو مارنا شروع کر دیا اور اس وقت تک اسے نہ چھوڑا جب تک کہ وہ ملعون مر نہ گیا۔ یہ مقدمہ عدالت فاروقی میں پیش کیا گیا تو یہ کیس سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بڑی بڑی فتوحات اور غنیمتوں کے ملنے پر اتنے خوش کبھی نہ ہوئے جتنا اس پادری کے مارے جانے کا سن کر آپ خوش ہوئے۔ (آپ نے اس ماورائے عدالت قتل پر قاتلوں کو سزائے موت نہ سنائی بلکہ) آپ نے فرمایا۔ الان عز الاسلام ۔یعنی آج اسلام غالب آ گیا، معزز ہو گیا، اسکے بعد آپ مقدمہ لے کر حاضر ہونے والے عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

"ان اطفالاً صغاراً شتم نبیھم فغضبو له وانتصروا واھدر دم الاسقف"

بے شک چھوٹے بچے تھے ان کے سامنے ان کے نبی علیہ السلام کے متعلق گندی زبان استعمال کی گئی تو انہیں اس پادری پر غصہ آ گیا اور انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام سے وفاداری کا ثبوت دے دیا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پادری کا خون رائیگاں قرار دے دیا۔" (المستطرف فی کل فن مستظرف صفحہ 530 باب 75)

یہاں فاروقی فیصلہ آفتاب نیم روز کی طرح واضح پیغام دے رہا ہے کہ جب کسی گستاخ رسول کی گستاخی ظاہر ہو جائے تو اسلام ایسے شخص کو قتل کرنے سے منع نہیں کرتا بلکہ اس طرح کے قتل سے اسلام کی عظمت کا ظہور ہوتا ہے۔ اور گستاخ رسول کے قاتل کو سزائے موت نہیں ہے۔

بچوں پر حد نہیں لگائی جاسکتی پھر !!!

یہاں یہ سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان بچوں کو اس لئے سزا نہیں دی کہ بچوں پر حد کا نفاذ نہیں ہوسکتا جواباً عرض ہے کہ اس روایت میں سے ''الآن عز الاسلام '' کا جملہ ہمارا مستدل ہے اور اس جملے سے قبل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بے بہا خوش ہونا اور بعد ازاں پادری کے خون کو رائیگاں قرار دینا ہمارے مؤقف پر دلیل ہے اگر ماورائے عدالت کسی گستاخ کو قتل کرنا ناپسندیدہ امر ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خوش ہونے کے بجائے ان بچوں پر غصہ کرتے اور مقتول کے ورثاء کے لئے دیت کی ادائیگی کا حکم دیتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان بچوں کے اس عمل کو نبی علیہ السلام کی نصرت اور وفاداری ہرگز قرار نہ دیتے۔

صحابی رسول رضی اللہ عنہ کا جذبہ محبت:

علامہ ابن تیمیہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی کہ فلاں راہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین کرتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو سنتا تو ضرور قتل کر دیتا علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وعلی ھذا یحمل قول ابن عمر رضی اللہ عنہ فی الراھب الذی قیل لہ انہ یسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لو سمعتہ لقتلتہ (الصارم المسلول ص 162)

حضرت عبداللہ بن عمر کا ایک گستاخ رسول راہب کے بارے میں یہ کہنا اور اپنے عزم کا اظہار کرنا کہ اگر میں اس کو توہین کرتے سنتا تو ضرور اس کو قتل کر دیتا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص کسی گستاخ کو ماورائے عدالت قتل کر ڈالے تو یہ خلافِ شریعت نہیں ہے اور اسلام اس کی جازت دیتا ہے اگر اسلام اس بات کی اجازت نہ دیتا ہوتا تو ایک

صحابی رسول ﷺ اس طرح کی خلاف شریعت بات پر کبھی عزم کا اظہار نہ فرماتے۔

قانون کا احترام ضروری ہے تاہم !!!

فی الحقیقت اسلام کی روح تو یہی ہے کہ گستاخ رسول و مرتد کو موقع پر ہی ٹھکانے لگا دیا جائے البتہ اگر کوئی شخص اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے گستاخ کو عدالت میں لے جائے اور اسے یقین ہو کہ عدالت اس گستاخ کو قرار واقعی سزا دے گی تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ اس گستاخ کو عدالت کے حوالے کرے تا کہ عدالت اپنا کام کرے تاہم اگر کوئی شخص جذباتِ عشق سے مغلوب ہو کر ملعون گستاخ کو موقع پر قتل کر ڈالے تو اس گستاخ کو ٹھکانے لگانے والے مجاہد پر شرعاً نہ کوئی حد ہے اور نہ ہی دیت و قید۔

پاکستان کے آئین میں دفعہ 295-C موجود ہے جس کا مطلب ہے کہ توہین رسالت کی سزا صرف اور صرف موت ہے اگر کسی شخص کے سامنے کوئی شخص گستاخیِ رسول کا ارتکاب کرتا ہے تو چونکہ ہمارے ملک میں قانونی طور پر ایسے شخص کے لئے سزائے موت مقرر ہے اور قانون کا احترام ہر شہری کی ذمہ داری ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اس شخص کو عدالت کے سپرد کر دیا جائے تاہم مخصوص حالات میں اگر کوئی عاشق رسول اپنے جذبات پر قابو نہ رکھتے ہوئے ایسے شخص کو قتل ہی کر دیتا ہے اور یہ ثابت بھی ہو جاتا ہے کہ یہ قتل واقعتاً گستاخی کے باعث ہوا ہے تو اسلامی نقطہ نگاہ سے اس گستاخ رسول کے قتل کے بدلے میں اس مجاہد پر کوئی قصاص ہے اور نہ ہی دیت و تعزیر۔ البتہ اگر تحقیق و تفتیش سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ قاتل نے یہ قتل توہین رسالت کے بجائے کسی اور مقصد یا دشمنی کے تحت کیا ہے تو بلاشبہ ایسے قاتل کو سزا دی جائے گی۔

غیرت مند چیف جسٹس اور جذبہ وفاداری رسول ﷺ

یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ جب قانون ، عدالتیں اور حکومتیں اپنے فرائض منصبی میں سستی کا مظاہرہ کرتی ہیں تو ایسی صورت میں بعض اوقات عاشقان مصطفیٰ گستاخان رسول کو اپنے ہاتھوں سے سزائیں دینا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں تا کہ کہیں یہ ملعون حیلے بہانے بنا کر عدالت سے چھوٹ نہ جائیں یا پھر بے دین حکمران اپنے وضع، غیر اسلامی قوانین کی آڑ میں ایسے ملعونوں کو معاف نہ کر دیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد الذھبی متوفی 748ھ نے اسی طرح کے ایک عاشق رسول کا واقعہ اپنی مشہور تصنیف ''سیر اعلام النبلاء'' میں ذکر کیا ہے۔آپ لکھتے ہیں کہ: منصور ابو طاھر اسماعیل بن قائم کی اچھائیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے امام محمد بن ابی المنظور انصاری کو نہروان کا قاضی مقرر کیا امام محمد بن ابی المنظور کبار محدثین میں سے تھے ان کی ملاقات حضرت اسماعیل قاضی اور حضرت حارث بن ابی اسامہ سے ثابت ہے امام محمد بن ابی المنظور کو عہدہ قضاء قبول کرنے کی پیشکش ہوئی تو آپ نے عہدہ قضاء قبول کرنے کیلئے دو شرائط عائد کیں۔ ''ان لا اخذ رزقاً و لا ارکب دابة'' میں ماہانہ وظیفہ، تنخواہ نہ لوں گا اور حکومتی سواری پر سوار نہ ہوں گا۔ حاکم وقت نے رعایہ کے مفاد کے پیش نظر دونوں شرائط قبول کرتے ہوئے انہیں عہدہ قضاء پر فائز کر دیا۔آپ کی عدالت میں ایک یہودی کو لایا گیا جس نے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی۔قاضی صاحب نے اس یہودی کو منہ کے بل گرایا اور اتنا مارا کہ وہ واصل جہنم ہوگا۔قاضی صاحب نے اس کو از خود مارنے کی یہ وجہ بتائی کہ اگر میں اس کے قتل کا حکم صادر کر دیتا تو مجھے ڈر تھا کہ حکومت اس فیصلے پر عمل درآمد کرنے کے بجائے اس گستاخ کو کہیں رہا نہ کر دے۔

(سیر اعلام النبلاء جلد 10 صفحہ 396 طبع بیروت)

ایک جلیل القدر محدث وقاضی اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں یہ گستاخ رسول چھوٹ نہ جائے گواہوں پر جرح اور باقی قانونی تقاضے پورے کرنے سے پہلے اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کرنا مناسب سمجھتے ہیں حالانکہ قاضی و چیف جسٹس کا کام محض فیصلہ کرنا ہے اس پر عملدرآمد کروانا ''انتظامیہ'' کی ذمہ داری ہے۔تمام قانونی تقاضے پورے کرنے سے قبل ازخود ایک چیف جسٹس کا ایک گستاخ کو قتل کرنا کیا ''**قانون شکنی**'' کہلائے گا یا پھر۔۔۔۔جذبہ وفاداری رسول؟

چیلنج:

ڈاکٹر صاحب اوران کے متبعین مقلد ہیں یا غیر مقلد؟ اگر غیر مقلد ہیں تو غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ وہ ڈائریکٹ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب اپنے مؤقف پر کوئی ایک حدیث مبارکہ ایسی پیش فرمائیں کہ جہاں کسی عاشق نے گستاخ ومرتد کو ماورائے عدالت قتل کیا ہو تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے خلاف فیصلہ صادر فرماتے ہوئے اس مجاہد کو سزائے موت دی ہو یا دیت کا فیصلہ صادر فرمایا ہو یا کوئی ایسی روایت پیش فرمائیں کہ جس میں خلفائے راشدین میں سے کسی خلیفہ راشد نے کسی مرتد وگستاخ کو قتل کرنے والے مجاہد کے خلاف وہ فیصلہ دیا ہو جو ڈاکٹر صاحب نے اپنے انٹرویو میں مؤقف پیش کیا ہے۔اور اگر ڈاکٹر صاحب مقلد ہیں تو پھر ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کا مختار مذہب ذکر فرمائیں کہ جس نے کہا ہو کہ کسی ثابت شدہ گستاخِ رسول ومرتد کو ماورائے عدالت قتل کرنے پر سزائے موت یا دیت لازم آتی ہے۔اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ڈاکٹر صاحب اپنے خلاف شریعت موقف سے رجوع کریں اور اللہ تعالی سے معافی طلب کریں۔اور وہ اس حقیقت کو تسلیم کریں کہ وہ امت میں افتراق اور انتشار کا باعث بنے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ

ائمہ اربعہ کے علاوہ فقہ جعفریہ کے ہاں بھی مرتد و گستاخ کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے کی سزا نہیں ہے اگر جناب کا میلان طبعی فقہ جعفریہ کی طرف ہے تو اس حقیقت کو بھی کسی طور پر نظر انداز نہ فرمائیں کہ ''فقہ جعفریہ'' میں تو گستاخِ رسول کے حوالے سے اور بھی زیادہ سخت موقف اپنایا گیا ہے۔

جب کہ اللہ اور اسکے رسول اور رسول اللہ ﷺ کے خلفاء کے بے شمار فیصلے (جن میں سے چند ایک مذکور ہوئے) موجود ہیں کہ جہاں رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کرام نے گستاخان رسول کو ماورائے عدالت قتل کرنے والوں کو انعام و اکرام سے نوازا ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور مقتولین کے خون کو رائیگاں قرار دیا قاتل پر قصاص و دیت کچھ بھی لاگو نہ کیا۔

مصطفائی فیصلہ ''کافر کے بدلے مومن قتل نہ ہوگا''

بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے مختلف اسناد کے ساتھ حدیث پاک کو ذکر کیا ہے اور یہ مرفوع حدیث ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''**لا یقتل مومن بکافر**'' کسی مومن کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ یعنی اگر کسی مومن نے کسی عام وجہ سے بھی کسی کافر کو قتل کر ڈالا (جبکہ وہ ذمی نہ ہو) تو اسکے بدلے میں قصاصاً اس مومن شخص کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ غور کریں! جب عام کافر کے قاتل پر قصاص نہیں ہے تو مرتد جو کہ کافر سے بھی بدتر ہے اور پھر ایسا مرتد کہ جس نے مومنوں کے نبی ﷺ کی توہین کی ہو اور اس توہین کے باعث کسی عاشق نے اپنے نبی پاک ﷺ کی ناموس کی خاطر اس کو قتل کر ڈالا ہو تو اس مجاہد پر قصاص کس طرح لازم آ سکتا ہے؟

گستاخ رسول، مرتد کے قتل پر قاتل (مجاہد) کو سزائے موت نہیں۔

﴿فقہ اسلامی سے دلائل﴾

جو شخص مرتد، گستاخ ہو جائے وہ مباح الدم ہو جاتا ہے ایسے شخص کو اگر کوئی شخص قضائے قاضی، عدالتی فیصلے سے پہلے ہی از خود قتل کرڈالے تو قاتل پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے کیونکہ قصاص یا دیت آدمی کی عزت و حرمت کی وجہ سے لازم آتے ہیں جب مرتد، واجب القتل کی کوئی عزت و حرمت نہیں تو اس کو قتل کرنے کی وجہ سے کوئی قصاص یا دیت بھی لازم نہ آئے گی۔ (یعنی اس قاتل کو سزائے موت نہیں دی جاسکتی)

اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اجماع و اتفاق ہے۔ چنانچہ فقہائے اربعہ کے موقف پر چند حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔ جن میں اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

﴿فقہ حنفی﴾

حوالہ 1: شمس الائمہ امام ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سھل السرخسی فقہ حنفی میں بڑے مرتبے اور مقام کے حامل بزرگ ہیں آپ اس مسئلہ میں رقم طراز ہیں:

" ومن قتل حلال الدم لا شئی علیه کمن قتل مرتدا "

جس شخص نے حلال الدم کو قتل کیا اس پر کوئی سزا نہیں جیسا کہ کوئی شخص مرتد کو قتل کرڈالے

(المبسوط 121/6)

ایک اور مقام پر امام مذکور لکھتے ہیں:

والجنایة الی المرتد هدر لان اعتبار الجنایة علیه لعصمة نفسه وقد انعدمت العصمة بردته فکانت الجنایة علیه هدرًا (المبسوط 212/4)

مرتد پر جنایت باطل ہے کیونکہ جنایت کا اعتبار جان کی عصمت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کی عصمت اسکے ارتداد کی وجہ سے معدوم ہوگئی۔ پس اس پر جنایت باطل ہے۔

ثابت ہوا مرتد مباح الدم ہے اور جو حلال الدم کو قتل کر ڈالے اس پر کوئی سزا نہیں ہے۔

حوالہ 2: فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''قدوری'' میں امام احمد بن محمد قدوری فرماتے ہیں:

فان قتله قاتل قبل عرض الاسلام علیه کره له' ذالک و لا شئ علی القاتل
(قدوری شریف ص 301)

اگر مرتد کو کسی نے اسلام پیش کرنے سے پہلے ہی قتل کر دیا تو اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے تاہم قاتل پر کوئی سزا نہیں ہے۔

حوالہ 3: ھدایہ شریف باب احکام المرتدین میں حضرت شیخ الاسلام برھان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر الفرغانی المرغینانی متوفی 593 فرماتے ہیں:

فان قتله قاتل قبل عرض الاسلام علیه کره و لا شیء علی القاتل و معنی الکراهیة ههنا ترک المستحب (هدایه شریف ج ۱ ص ۶۰۰)

یعنی اگر کسی شخص نے مرتد کو قتل کر دیا اس پر اسلام پیش کرنے سے پہلے تو اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے تاہم قاتل پر کوئی سزا نہیں ہے (نہ قصاص نہ دیت) کیونکہ اس کے کفر نے اس کے قتل کو مباح کر ڈالا ہے۔ یہاں کراہیت سے مراد ترک مستحب ہے۔ (نہ کہ تحریمی)

غور فرمائیں: یہاں عام مرتد کا حکم بیان ہوا ہے تو جب ارتداد عامہ کے مرتکب کو قتل کرنے والے پر کوئی سزا نہیں ہے تو ارتداد خاصہ جو نبی ﷺ کی گستاخی کر کے کی گئی ہو اس کے قاتل پر تو بطریق اولیٰ کوئی سزا نہیں ہو سکتی۔

حوالہ 4: فتح القدیر میں امام کمال الدین بن عبدالواحد بن ہمام فرماتے ہیں:

فان قتله قاتل قبل عرض الاسلام علیه او قطع عضوا منه کره له ذالک و لا شئ علی القاتل و القاطع لان الکفر مبیح و کل جنایة علی المرتد هدر

و معنى الكراهة ههنا ترک المستحب فهی کراهة تنزیهة (فتح القدیر 5-36)

پس اگر کسی شخص نے مرتد کو اسلام پیش کرنے سے پہلے قتل کر ڈالا یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا اگر چہ اس کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہے تاہم قاتل اور عضو کاٹنے والے پر کوئی سزا نہیں ہے اس لئے کہ کفر خون کو مباح کرنے والا ہے اور مرتد پر ہر قسم کی جنایت باطل ہے اور مکروہ سے مراد اس جگہ مکروہ تنزیہی ہے۔

حوالہ 5: بالکل اسی طرح کی عبارت "بنایہ" میں امام علامہ بدرالدین عینی نے بھی ذکر کی ہے:

حوالہ 6: فقہ حنفی کی کتاب "بدائع الصنائع" میں علامہ امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی المشہور "ملک العلماء" متوفی 587ھ فرماتے ہیں:

اذا جرح مسلماً ثم ارتد المجروح فمات وهو مرتد انه يهدر دمه لان الجرح السابق انقلب قتلا بالسراية وقد تبدل المحل حكما بالردة

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع 348/16)

جب کسی نے کسی مسلمان کو زخمی کیا پھر وہ زخمی مسلمان مرتد ہو گیا اور اسی حالت ارتداد میں وہ مر گیا تو اس کا خون ضائع ہو گیا۔ اس لئے کہ پہلا زخم قتل بن گیا۔ اب سرایت کرنے اور مجروح کے مرتد ہونے کی وجہ سے اس کا حکم بدل گیا۔

حوالہ 7: امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی فرماتے ہیں:

ان مسلما لو جرح مسلما فارتد المجروح والعياذ بالله ثم مات من الجرح سقط القصاص (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق 273/7)

اگر کسی مسلمان نے مسلمان کو زخمی کر دیا پھر وہ زخمی مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو گیا اور اسی زخم کے باعث مر گیا تو قاتل سے قصاص ساقط ہو جائیگا۔ (سزائے موت نہیں دی جائیگی)

حوالہ 8: شیخ الاسلام ابوبکر بن علی حداد یمنی مرتد کے قتل پر قصاص اور دیت نہ ہونے کی بابت ارشاد فرماتے ہیں:

لان القتل مستحق علیه بکفره و الکفر مبیح الدم (الجوهره النیرة 358/2)

(مرتد کی دیت اور قصاص اس لئے نہیں) کیونکہ وہ اپنے کفر کے باعث قتل کا مستحق ہو چکا ہے اور کفر خون کو حلال کرنے والا ہے۔

حوالہ 9: امام حسن بن منصور بن محمود اوزجندی اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:

وردة الرجل تبطل عصمة نفسه حتی لو قتله قاتل بغیر اذن امر القاضی عمدًا او خطا او بغیر امر السلطان او تلف عضوا من اعضا له لا شیء علیه

(فتاوی قاضی خان 118/5)

کسی آدمی کا مرتد ہونا اس کی جان کی عصمت وحفاظت کو باطل کر دیتا ہے اگر اس مرتد کو کسی قاتل نے قاضی کی اجازت کے بغیر جان بوجھ کر یا غلطی سے یا سلطان کی اجازت کے بغیر قتل کر ڈالا یا اس کے اعضاء میں کسی عضو کو کاٹ ضائع کر دیا تو اس شخص پر کوئی سزا نہیں ہے۔

تنبیہ: گورنر پنجاب مرتد ہو چکا تھا امام اوزجندی کی وضاحت سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ کسی شخص کا ارتداد اس کی جان کی حفاظت وعصمت کو باطل کر دیتا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ ممتاز حسین قادری پر گورنر کی حفاظت کرنا لازم تھا یہ بات شرعاً غلط ہے۔ کسی مومن پر مرتد کی حفاظت ضروری نہیں بلکہ اس کو ٹھکانے لگانا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ ممتاز حسین نے سرکار دو عالم ﷺ کی نوکری کا حق ادا کر دیا اور حلال الدم شخص کو اس کے کئے کی سزا دے ڈالی۔

حوالہ 10: امام ابوبکر احمد بن علی رازی الجصاص اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

کذالک لو قتل مرتدا لم یجب القود (احکام القرآن 174/1)

اسی طرح اگر کسی مومن نے مرتد کو قتل کر ڈالا تو قصاص واجب نہ ہوگا۔

ایک دوسرے مقام پر امام موصوف فرماتے ہیں:

فقال ابو حنیفة و ابو یوسف و محمد و زفر فی الاصل لا یقتل المرتد حتیٰ یستتاب و من قتل مرتداً قبل ان یستتاب فلا ضمان علیه

(احکام القرآن 358/2)

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام زفر رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اصل میں مرتد کو توبہ طلب کرنے سے پہلے قتل نہیں کیا جاتا اور اگر کسی شخص نے مرتد کو توبہ طلب کرنے سے پہلے بھی قتل کر ڈالا تو اس پر کوئی تاوان نہیں۔

حوالہ 11 تا 14: فتاویٰ ھندیہ میں ہے:

وان قتله قاتل قبل عرض الاسلام او قطع عضوا منه کره ذلک کراهة التنزیه هکذا فی فتح القدیر فلا ضمان علیه (فتاوی هندیه 354/2)

اگر مرتد کو کسی قاتل نے اسلام پیش کرنے سے پہلے قتل کر ڈالا یا اس کا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو ایسا کرنا **مکروہ تنزیہی** ہے۔ فتح القدیر میں ایسا ہی ہے پس اس قاتل پر کوئی تاوان نہیں کسی مرتد کے قاتل پر کوئی قصاص، دیت لازم نہیں ہے اسی طرح کی عبارات **بحر الرائق** میں علامہ زین الدین بن ابراہیم المعروف با بن نجیم، **کنز الدقائق** میں امام حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی، **فتاویٰ تاتارخانیہ** میں علامہ عالم بن علاء دہلوی، نے بھی ذکر کی ہیں بلکہ **درمختار** میں علامہ حصفکی نے تو یہاں تک فرمایا ہے:

لاقود بقتل مسلم مسلماً ظنه مشرکا بین الصفین لما مر انه من الخطاء بل علیه کفارة و دیة قالوا هذا اذا اختلطوا فان کان فی صف المشرکین لایجب شیٔ لسقوط عصمته (درمختار مع ردالمحتار 172/10)

اگر کسی مسلمان نے کسی مسلمان کو مشرک سمجھ کر قتل کر ڈالا بایں طور کہ وہ دونوں لشکروں (اسلامی اور کفار) کے درمیان کھڑا تھا تو اس قتل کے باعث اس قاتل پر قصاص نہیں بلکہ کفارہ و دیت ہے اور اگر وہ مسلمان کفار کی صف میں کھڑا تھا تو ایسی حالت میں

قاتل پر کوئی شی لازم نہیں کیونکہ اس کے خون کی عصمت ساقط ہوگئی۔

غور فرمائیں: اگر کسی مسلمان کو کافر سمجھ کر کسی مسلمان نے قتل کر ڈالا تو اس پر قصاص لازم نہیں تو اگر کسی گستاخ کی گستاخی ثابت ہونے کے بعد کسی شخص نے اس مرتد کو قتل کر ڈالا تو اس کو سزائے موت کیسے ہو سکتی ہے؟

حوالہ 15: یونہی امام شمس الدین محمد خراسانی قہستانی فرماتے ہیں:

(وقتله) اى المرتد (قبل المرض) اى عرض الاسلام عليه (ترک ندب كما مر (بلا ضمان) ودية على القاتل لان الارتداد يبيح القتل

(جامع الرموز 583/2)

مرتد پر اسلام پیش کرنے سے پہلے اسے قتل کرنا ترک مستحب ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اس مرتد کے قاتل پر تاوان ہے اور نہ دیت کیونکہ ارتداد مرتد کے قتل کو مباح کر دیتا ہے۔

﴿فقہ شافعی﴾

حوالہ 16: فقہ شافعی میں بھی یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی مومن شخص کسی مرتد کو قتل کر ڈالے تو اس قاتل پر شرعاً کوئی سزا نہیں ہے نہ قصاص نہ دیت اور نہ ہی قید۔

چنانچہ فقہ شافعی کی مشہور کتاب "مختصر المزنی "میں ہے:

ومن قتل مرتدا قبل ان استتاب او جرحه فاسلم ثم مات من الجرح فلاقود ولا ديت (مختصر المزنی 275/1)

جس شخص نے مرتد کو اس کے توبہ کرنے سے پہلے پہلے قتل کر دیا یا زخمی کر دیا کہ وہ مرتد اسلام لے آیا پھر اس زخم کی وجہ سے مر گیا تو قاتل یا زخمی کرنے والے پر نہ قصاص ہے اور نہ ہی دیت۔

حوالہ 17: فقہ شافعی کی مشہور کتاب "الام "میں ہے:

" لو قتل المسلم مرتدا لم يکن عليه شیء " (كتاب الام 66/6)

اگر کوئی مسلمان کسی مرتد کو قتل کر ڈالے اس قاتل پر کوئی سزا نہیں ہے۔

حوالہ 18: علامہ ماوردی "حاوی الکبیر" میں فرماتے ہیں:

قال الشافعی ﷺ ومن قتل مرتداً قبل ان يستتاب او جرحه فاسلم ثم مات عن الجرح فلا قود ولا دية (الحاوی الکبیر 355/13)

امام شافعی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس کسی شخص نے کسی مرتد کو توبہ طلب کرنے سے پہلے قتل کر ڈالا یا اس کو زخمی کیا پھر وہ مسلمان ہو گیا پھر وہ اسی زخم کی وجہ سے مر گیا تو اس مرتد کو قتل کرنے والے پر نہ قصاص ہے اور نہ ہی دیت۔

حوالہ 19: علامہ نووی رقمطراز ہیں:

قلنا فيمن قتل مرتداً بغير اذن الامام انه يصير مستوفيا لقتل الردة وان اساء فی الافتيات علی الامام (المجموع شرح المهذب للنووی 434/18)

ہم نے کہا اس شخص کے بارے میں کہ جس نے امام کی اجازت کے بغیر مرتد کو قتل کیا اس لئے کہ وہ ارتداد کے قتل کو پورا کرنے والا ہے گو کہ اس نے امام کے فیصلے سے پہل کر ڈالی (یعنی ایسے شخص پر نہ قصاص ہے اور نہ ہی دیت)

فقہ حنبلی

فقہ حنفی اور شافعی کی طرح فقہ حنبلی میں بھی کسی مرتد و گستاخ کو قتل کرنے والے مومن پر کوئی قصاص و دیت نہیں ہے۔

حوالہ 20: فقہ حنبلی کی مشہور کتاب میں ہے۔

لایجب القصاص بقتل حربی ولا مرتد ولا زان محصن وان كان القاتل ذميا وهو المذهب وعليه الاصحاب (الانصاف باب شرط القصاص 462/3)

یعنی کسی حربی ،مرتد ،اور شادی شدہ زانی کے قتل کرنے کی وجہ سے قاتل پر قصاص لازم نہیں ہے اگرچہ قاتل ذمی ہی کیوں نہ ہو یہی فقہ حنبلی کا مختار مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

حوالہ 21-22: اسی طرح ایک اور مقام پر ہے:

فکل من قتل مرتداً اور زانیاً محصنا ولو قبل توبته عند حاکم ، والمراد قبل التوبة وقاله صاحب الرعایه فهدر (الانصاف 251/15)

ہر وہ شخص جس نے کسی مرتد یا شادی شدہ زانی کو قتل کیا اگرچہ وہ حاکم کے سامنے توبہ سے پہلے ہی کا ہو تو صاحب الرعایہ نے کہا ہے کہ اس کا خون رائیگاں چلا جائے گا۔

اسی طرح کی عبارت الفروع لابن المفلح جلد 10 ص 425 پر بھی ہے۔

حوالہ 23: فقہ حنبلی کی ایک مشہور کتاب ''شرح کبیر'' میں ہے۔

وکذالک المرتد لا یجب بقتله قصاص ولا دیة ولا کفارة وان قتله ذمی (الشرح الکبیر باب شروط القصاص 51/9)

یعنی مرتد کا حکم بھی یہی ہے کہ اس کو قتل کرنے کے باعث قاتل پر نہ قصاص ہے اور نہ دیت اور نہ کفارہ۔ اگرچہ اس کو کوئی ذمی ہی کیوں نہ قتل کر ڈالے۔

حوالہ 24: اسی طرح ''منار السبیل'' میں ہے۔

الثانی عصمة المقتول بان لا یکون مهدر الدم فلا کفارة ولا دیة علی قاتل حربی او مرتد اوزان محصن (منار السبیل 218/2)

یعنی قصاص اور دیت لازم آنے کی دوسری شرط یہ ہے کہ مقتول مهدر الدم نہ ہو یعنی خون رائیگاں کیا ہوا نہ ہو پس حربی ،مرتد اور شادی شدہ زانی کے قاتل پر نہ تو قصاص ہے اور نہ ہی کفارہ۔

﴿فقہ مالکی﴾

باقی فقہاء کی طرح فقہ مالکی میں بھی کسی مرتد کے ماورائے عدالت قتل کرنے پر قاتل پر نہ قصاص ہے اور نہ ہی دیت۔

حوالہ 25: چنانچہ فقہ مالکی کی مشہور کتاب منح الجلیل میں ہے:

لیس علی من قتل مرتدا من مسلم او ذمی عمدا قصاص من الشبھة

کسی بھی مسلمان اور ذمی کہ جس نے کسی مرتد کو عمداً قتل کیا اس پر شبہ کی وجہ سے قصاص نہیں ہے۔ (منح الجلیل شرح مختصر الخلیل ج19 ص 379)

﴿فقہ جعفریہ وامامیہ﴾

فقہاء اربعہ کی طرح فقہ جعفریہ وامامیہ کے نزدیک بھی مرتد و گستاخ کے قاتل پر قضائے قاضی سے قبل یا بعد کوئی قصاص و دیت نہیں بلکہ فقہ جعفریہ کے نزدیک تو اگر کسی شخص کے سامنے کوئی شخص نعوذ باللہ گستاخی کرتا ہے تو اس کو موقع پر قتل کرنا واجب ہے۔

حوالہ 26: چنانچہ فقہ جعفریہ کی معتمد کتاب میں ہے:

أجمع الفقهاء الامامية قولاً واحداً على ان من سب الرسول الأعظم (ص) نعوذ بالله يجب على من يقتله ما لم يخف الضرر على نفسه ، أو غيره من أهل الايمان .

فقہاء امامیہ کا اس ایک ہی قول پر اجماع ہے کہ جو شخص نعوذ باللہ رسول اعظم ﷺ کو گالی دے سننے والے پر اس کا قتل واجب ہے اگر اسے اپنی جان کے نقصان کا یا اہل ایمان میں سے کسی کی جان کے نقصان کا خوف نہ ہو۔

الکتاب : فقه الام جعفر الصادق مؤلف محمد جواد مغنیا (ج6ص 288)

حوالہ 27: فقد سئل الامام الصادق (ع) عن ذلک ؟ قال: يقتله الأدنى

الأدنى.. أى ممن سمعه قبل ان يُرفع الى الامام.

حضرت امام صادق علیہ السلام سے گستاخ کے قتل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اسے ادنیٰ قتل کرے گا حاکم وقت کے پاس لے جانے سے پہلے اور ادنیٰ۔۔ وہ ہے جو اس سے توہین کے کلمات سنے۔

الکتاب : فقہ الام جعفر الصادق مؤلف محمد جواد مغنیا (ج6ص 289)

حوالہ28: وقال رجل للامام أبى جعفر الصادق (ع) : أرأيت لو ان رجلاً سب النبى (ص) ، أيقتل؟ فقال له: ان لم تخف على نفسك فاقتله

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا آپ کیا فرماتے ہیں کہ کوئی شخص نبی ﷺ کو گالی دے ڈالے تو کیا اسے قتل کر دیا جائے گا؟ تو آپ نے اسے جواب دیا اگر تمہیں اپنی جان پر خوف نہ ہو تو اسے فوراً قتل کر دو۔

الکتاب : فقہ الام جعفر الصادق مؤلف محمد جواد مغنیا (ج6ص 289)

فقہ اسلامی کے چاروں فقہاء اور فقہ جعفریہ سے بھی جب ثابت ہو چکا کہ کسی مرتد کو قتل کرنے والے پر کوئی قصاص وسزا نہیں ہے اور یہاں تک کہ اگر اس مرتد کو کوئی ذمی قتل کر ڈالے تو اس پر بھی شرعاً کوئی سزا نہیں ہے جب ذمی پر شرعاً سزا نہیں ہے تو پھر کسی مرتد و گستاخ کو اگر کوئی عاشق رسول جذبہ وفاداری رسول میں ٹھکانے لگا ڈالے تو اس پر سزا کیسے لاگو ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی سٹیٹمنٹ فقہائے کرام کے بھی خلاف ہے۔

لطیفہ: ڈاکٹر صاحب کے متعدد بیانات سننے کو ملے ہیں کہ جہاں آپ فقہاء اربعہ کے اقوال ذکر کر کے کہتے ہیں کہ فقہاء اربعہ کا موقف تو یہ ہے تاہم میرا موقف اس معاملے میں یہ ہے۔۔۔ گویا ڈاکٹر صاحب خود کو درجہ اجتہاد پر فائض

شخصیت سمجھتے ہیں اور اپنے خطبوں میں زور دے دے کر اور لفظوں کو دبا دبا کر بولتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس مسئلے میں میں یہ کہتا ہوں۔ گویا حضرت کے اندازِ بیان سے زیر بحث مسئلہ میں بھی ہم یہی سمجھ سکتے ہیں کہ زیر بحث مسئلہ فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ مالکی و حنبلی کے خلاف سہی مگر **"فقہ طاہریہ"** کے مطابق درست ہے۔

لہٰذا یہ مسئلہ روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ انٹرویو دیتے وقت ڈاکٹر صاحب کی زبان بری طرح لڑکھڑائی اور انہوں نے سراسر خلاف شریعت سٹیٹمنٹ دی ہے جس سے رجوع اور اللہ سے معافی مانگنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

کیا ہر صحابی ازخود عدالت کا اختیار رکھتا ہے؟

ڈاکٹر صاحب کے ایک شاگرد کے سامنے جب بات رکھی کہ آخر صحابہ کرام نے ماورائے عدالت گستاخوں کو قتل کیا تو ان پر قصاص، دیت و کفارہ کچھ لازم نہ کیا گیا بلکہ مقتول ملعون کا خون رائیگاں قرار دیا گیا تو ڈاکٹر صاحب کی یہ سٹیٹمنٹ کیسے درست ہو سکتی ہے؟ عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق آنجناب نے یہ جواب دیا کہ: ہر صحابی رضی اللہ عنہ اپنے اندر حاکم کا درجہ رکھتا ہے اور ھیڈ آف سٹیٹ اور عدالت کا درجہ رکھتا ہے۔ لہٰذا صحابی رضی اللہ عنہ تو کسی کو قتل کر سکتا ہے البتہ صحابی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں کر سکتا اس جواب کی فنی حیثیت تو اہل علم کے سامنے عیاں ہے۔ تاہم عوام کی تشفی کے لئے آنجناب سے عرض ہے کہ نبی علیہ السلام کی موجودگی میں "حاکم" "عدالت" اور ہیڈ آف سٹیٹ کون تھا؟ خود نبی علیہ السلام یا صحابی رضی اللہ عنہ؟ اگر ہر صحابی اپنے اندر حاکم کا درجہ رکھتا ہے تو پھر مختلف واقعات میں مقتولین کے ورثاء کا نبی علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہو کر قصاص اور دیت طلب کرنے کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے خون کو باطل قرار دینے کا کیا مطلب؟ جب ہر صحابی رضی اللہ عنہ خود حاکم اور ہیڈ آف سٹیٹ ہے تو پھر

حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں ''عدالت'' کے قیام کا کیا فائدہ؟ حالانکہ صحابہ کرام کا آپس میں یا کسی یہودی عیسائی کے ساتھ بھی پانی کی نالی یا معمولی لین دین کا معاملہ بھی ہوتا تو اس کا فیصلہ ''عدالت'' میں ہی ہوتا۔ ریاست مدینہ کے بنیادی ڈھانچے کے قیام کے بعد کیا حضور ﷺ کے دور میں یا خلفائے راشدین کے دور میں ماورائے عدالت از خود کبھی بھی کسی صحابی ؓ نے از خود کسی شرابی کو کوڑے مارے۔۔؟

کیا کبھی کسی قذف کے مجرم کو ماورائے عدالت حد ماری گئی۔۔؟

کیا کبھی بھی کسی صحابی ؓ نے ماورائے عدالت کسی چور کے ہاتھ کاٹے۔۔؟

کیا کبھی کسی صحابی ؓ نے قصاصاً کسی شخص کی ماورائے عدالت انگلی تک کاٹی۔۔؟

کیا کبھی کسی صحابی ؓ نے کسی زانی کو از خود کوڑے لگائے۔۔۔؟ اگر ہر صحابی حاکم کا درجہ رکھتا ہے اور ہیڈ آف سٹیٹ ہے تو پھر مذکورہ معاملات کو عدالت کے سپرد کیوں کیا جاتا رہا۔۔؟ ہر صحابی ؓ خود ہی فیصلہ کر لیتا۔ جب ہر صحابی ؓ حاکم وقت اور ہیڈ آف سٹیٹ نہیں ہے تو پھر از خود ثابت ہو جاتا ہے کہ گستاخِ رسول کو صحابہ کرام یا تابعین عظام نے ماورائے عدالت فقط جذباتِ عشق رسالت میں ہی قتل کیا ہے۔ جب وجہ قتل عدالت (نبی علیہ السلام اور خلفائے راشدین) پر واضح ہوگئی کہ قتل کا محرک توہین رسالت کا جرم تھا تو عدالت کی طرف سے ماورائے عدالت قتل پر مقتول کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا گیا۔ اگر بالفرض صحابہ ؓ کے بعد کسی گستاخِ رسول کو ماورائے عدالت ٹھکانے لگانا شرعاً درست نہیں اور قاتل کی سزا موت مقرر ہے تو پھر مرتد اور گستاخ کے قصاص و دیت کے معاملے پر فقہائے اربعہ کے اجماع کا کیا مطلب۔۔؟

اور پھر ڈاکٹر صاحب کی کتاب کا یہ پیرہ دوبارہ پڑھیں وہ لکھتے ہیں:

غرضیکہ پہلے دونوں کیسوں CASES میں آقائے دو جہاں نے اسلامی

ریاست کے حاکم ہیڈ آف دی سٹیٹ کی حیثیت سے کچھ افراد کو معمور کر کے اپنے گستاخوں کو قتل کروایا جب کہ آخری دو کیسوں میں صحابہ کرام نے گستاخِ رسول کو قتل کیا معاملہ ہر کیس میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا آپ نے مقتولوں کی گستاخی واہانت کے سبب ان کے خون کو باطل قرار دیا۔ (تحفظ ناموسِ رسالت ص 243)

اگر ہر صحابی ؓ اپنے اندر حاکم کا درجہ رکھتا ہے تو پھر کیسز کو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں لے جانے کا کیا معنی۔۔؟ اور پھر جب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں کیسز لے جائے گئے تو اس وقت صحابی ؓ کی حیثیت کیا تھی اور وہ کس حیثیت سے کیس لے کر عدالت میں پہنچے؟ میری ڈاکٹر صاحب کے شاگردوں سے گذارش ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی خلافِ شریعت باتوں کا جواب دیتے ہوئے بالکل دین کا حلیہ ہی نہ بگاڑیں کیونکہ یہ سراسر ''پرویزی'' سٹائل ہے۔

کیا سلمان تاثیر کافر و مرتد نہیں؟؟؟

3: ''ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ''سلمان تاثیر کی سٹیٹمنٹ کو میں نے دیکھا ہے وہ ساری سٹیٹمنٹ گستاخیِ رسول اور اھانت کی تعریف میں نہیں آتی۔''

آنجناب کا یہ بیان بھی خلاف حقیقت اور انگلی کے پیچھے سورج کو چھپانا ہے ہماری دیانت دارانہ تحقیق اور تفتیش سے یہ بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ ڈاکٹر صاحب اور سلمان تاثیر فیملی کے دیرینہ مراسم ہیں بلکہ سلمان تاثیر کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کی بڑے عرصے سے دوستی چلی آرہی ہے۔ اس سلسلے میں لاہور میں رہنے والے او منہاج القرآن کے پرانے ممبرز حضرات کو ذرا بھی انکار نہیں ہے سلمان تاثیر او ڈاکٹر صاحب میں قدر مشترک ''میاں برادران'' کی مخالفت تھی اس نقطے نے ایک

انتہا پسند سیکولر اور ''شیخ الاسلام'' کو دوستی کی مضبوط رسی میں باندھ دیا۔

جتھے دل لگ جاوے اوتھے عیب نظر نہ آوندا

کا مصداق ڈاکٹر صاحب کو سلمان تاثیر کے اندر توھین قرآن و سنت اور توہین رسالت جیسا کھلا عیب نظر نہ آیا حالانکہ گزشتہ سطور میں پڑھا جا چکا ہے کہ جہاں ذات مصطفیٰ ﷺ کا معاملہ پیش آجائے وہاں ایمان والے دوستی تو دور کی بات اپنے سگے ماں باپ، بھائی، بیٹے، بہن کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔

سلمان تاثیر سے علماء اور مسند درس و ارشاد پر بیٹھے ہوئے اھل اللہ کو ذاتی طور پر کیا دشمنی ہو سکتی ہے تاہم وہ جس مسند پر بیٹھے ہوتے ہیں وہاں مداھنت، مصلحت کوشی اور چشم پوشی کے حیلے نہیں چلتے۔ حقیقت یہ ہے کہ سلمان تاثیر اپنے قول و فعل، گفتار و کردار کے باعث کافر و مرتد ہو چکا تھا اور اسکی توھین اور گستاخی ''بادی النظر'' میں عیاں تھی۔ راقم نے تفتیش و تحقیق نہ ہونے کے باعث ممتاز قادری کے عاشقانہ اقدام سے قبل گورنر کیخلاف کوئی فتوئی ارتداد نہ دیا تھا تاہم بعد ازاں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو دیے گئے انٹرویوز، اس کے گستاخانہ طرز عمل اور اسکی اولاد کے اسکے نظریات کے بارے میں انکشافات کو بڑی باریک بینی اور گہرے تحقیق سے دیکھنے کے بعد اس بات میں ذرا برابر بھی شک نہیں رہتا کہ گورنر اھانت رسول و اہانت شریعت کا مرتکب ہو کر کافر و مرتد ہو چکا تھا اور ارتداد کے بعد اس وقت اس کا جرم مزید شدید ہو گیا کہ جب اس نے اس جرم سے آگاہ کرنے والے علماء کو بھی جوتے کی نوک پر رکھنے کا اعلان کیا۔ اس سلسلے میں ممکن ہے ڈاکٹر صاحب تک گورنر کے ان تمام بیانات اور انٹرویوز کی رپورٹ نہ پہنچی ہو۔

بہر حال ڈاکٹر صاحب کا ہزاروں علماء کے نقطہ نظر کے خلاف بغیر تحقیق مزید

کے سلمان تاثیر کے کفر کا دفاع کرنا خود نا قابل برداشت اور انتہائی حیران کن ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ ساری زندگی عشق رسول کے دعویدار شخص کا ایسے گستاخ کی حمایت کرنا انتہائی حیرت ناک عمل ہے۔

سلمان تاثیر کیوں کافر ہے؟

راقم کے نزدیک سلمان تاثیر کے کفر وارتداد کی پہلی وجہ اس کی ایک گستاخ ملعونہ عورت کی بے جا حمایت ہے ملعونہ عاصیہ مسیح محض توہین رسالت کی ملزمہ نہ تھی بلکہ ایک اعلیٰ پولیس آفیسر (SSP) کی تفتیش کے بعد اس کا چالان عدالت میں پیش کیا گیا جس میں پولیس آفیسر نے جانفشانی سے تفتیش کی اور ملعونہ نے پولیس آفیسر کے سامنے اعتراف جرم کیا بعدازاں عدالت میں اسے صفائی پیش کرنے کا پورا موقع دیا گیا اس کی طرف سے سات وکلاء نے مقدمے کی پیروی کی جن میں اس کے ہم مذہب وکلاء کی اکثریت تھی اور استغاثہ کی طرف سے صرف دو وکلاء نے عدالت کی معاونت کی۔ پوری تحقیق کے بعد عدالت نے عاصیہ مسیح کو توہین رسالت کی مرتکبہ قرار دیتے ہوئے موت کی سزا سنائی۔ جج کے بقول اس عورت نے چیمبر میں جج کے سامنے اعتراف جرم بھی کیا تھا۔ عدالت کی طرف سے سزا دیئے جانے کے بعد ملعونہ کے حق میں پوپ نے بیان دیا اور قانون توہین رسالت کے خلاف ہرزہ سرائی کی اور انسداد توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا اور ملعونہ کی فوری رہائی کا بھی مطالبہ کیا۔ عدالت کی طرف سے سزا دیئے جانے کے بعد ملعونہ کو ہائی کورٹ میں اپیل کا حق دیا گیا جس کا فائدہ اٹھا کر اس کے خاوند عاشق مسیح نے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔

گورنر کا گستاخانہ کردار:

عاصیہ مسیح کو مجاز عدالت کی طرف سے ملنے والی سزا کے بعد مقتول گورنر پنجاب اپنی فیملی اور میڈیا کے ہمراہ جیل جا پہنچا اور اپنے اختیارات کو ناجائز استعمال کرتے ہوئے ملعونہ کو لاک اپ سے نکال کر جیل سپریڈنٹ کے کمرے میں کرسی پر اپنے ساتھ بٹھایا اور اپنی طرف سے لکھی ہوئی درخواست پر انگوٹھے کا نشان لگوایا اور پریس کانفرنس کرتے ہوئے ان خیالات کا اظہار کیا:

میں عاصیہ مسیح سے ملنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔ یہ ڈیڑھ سال یہاں رہی ہے اور اسے وہ سزا سنادی گئی جو میں سمجھتا ہوں ایک بڑی سخت اور ظالم سزا ہے۔ اور اس نے آصف زرداری کو اپیل درج کی ہے کہ اس کی سزا معاف کی جائے اور ان شاء اللہ صدر صاحب انسانیت کے تقاضوں کے مطابق ان کی سزا کو معاف کریں گے۔ اور میں یہ بھی کہتا چلوں کہ قائداعظم کے پاکستان میں ایسا قانون نہیں ہوسکتا تھا اور اس طرح کی ظالم سزا؟ ہمارے مذہب میں بھی اقلیتوں کا تحفظ ہے۔۔۔۔ اور اس لئے جو اس کو سزا سنادی گئی ہے میں سمجھتا ہوں یہ انسانیت کے خلاف ہے اور بے بس غریب عیسائی عورت۔۔۔ کی یہ سزا معاف کردی جائے گی۔

سوال: کیا آپ یہ محسوس کر رہے ہیں کہ پاکستان میں عدلیہ غلط فیصلے کر رہی ہے؟

جواب: دیکھیں عدلیہ کے فیصلوں پر جانا نہیں چاہتا، یہ ایک جج کا فیصلہ ہے اور ان کی convection برقرار رہے گی لیکن ہم سزا معاف کر رہے ہیں۔۔۔۔ میں عدلیہ کی کاروائیوں میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا میں انسانیت کے تحت ان کی سزا معاف کرواؤں گا۔۔۔ ہم کورٹ کی کاروائیوں میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے صدر صاحب کو حق دیا گیا ہے کہ معاف کردیں۔ (اس انٹرویو کو (Youtub) پر دیکھا اور سنا جاسکتا ہے۔

گورنر کے اس انٹرویو سے درج ذیل باتیں حاصل ہوئیں۔

۱) گستاخِ رسول کو توہین رسالت کے قانون کے تحت ملنے والی سزا سخت اور ظالمانہ ہے۔اور سزا انسانیت کے خلاف ہے۔

۲) میں اس (ملعونہ) کی سزا معاف کرواؤں گا۔

۳) گستاخہ ملعونہ غریب،اور بے بس عورت ہے۔

۴) عدالت کا فیصلہ درست ہے، سزا برقرار رہے گی، تاہم معافی والا آپشن استعمال کریں گے۔

اس کانفرنس کے چند دن بعد BBC ورلڈ نیوز اردو کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ عاصیہ کی سزا کو میں معاف کرواؤں گا اور ایسا جلد از جلد ہوگا اور یہ بھی کہ جن علماء نے گورنر کے اس عمل پر گرفت کی تھی انہیں جاہل کہا اور کہا کہ ان کے فتوؤں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

دراصل سلمان تاثیر پاکستان میں اس لابی کا سرغنہ تھا جو ملک سے انسداد توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ 19 ستمبر 2009ء کو اس نے ایک بیان اخبارات کو دیا کہ: ناموسِ رسالت کے قانون کو جلد ختم کر دیا جائے گا اور میں اپنے موقف پر قائم ہوں۔ (روزنامہ جناح 19 ستمبر) اور پھر بعد ازاں ایک ٹی وی پروگرام میں اس بات کو دھرایا کہ اس قانون میں ترمیم ہونی چاہیئے۔ عاصیہ مسیح کی سزا کے بعد ڈان نیوز کے پروگرام REPORTER میں ارشد شریف کو انٹرویو دیتے ہوئے گورنر نے ان خیالات کا اظہار کیا: دیکھیں عاصیہ بی بی کا کیس۔۔۔۔ مجھے بڑا افسوس آیا ہے اس بات پر کہ ایک غریب و **بے بس عورت** ہے اس کو اس طرح **ظالم قانون** کے تحت انہوں نے ڈیڑھ سال جیل میں رکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خدا کا

قانون نہیں ہے یہ انسان کا قانون ہے اور اگر بندہ اس قانون کے **خلاف** ہو اور اگر **تبدیلی** چاہے تو وہ یہ نہیں کہتا کہ یہ جرم ٹھیک ہے۔۔۔ میں کہتا ہوں اس قانون میں **ناانصافیت** ہے۔۔۔۔ عاصیہ مسیح بے حد غریب لوگ ہیں ان کا **گھر اجڑ گیا** ہے۔۔۔۔ میں تو حیران ہوں یہ کتنے **سخت لوگ** ہیں اور ان لوگوں میں نہ تو رحم ہے اور نہ **انصاف** اور یہ اس بے چاری کے **پیچھے** پڑے ہوئے ہیں پتہ نہیں کیا بتانا چاہتے ہیں دنیا کو کہ ہم لوگ بہت ہی **ظالم** ہیں تو مجھے بڑا افسوس ہوا اور میں نے بالکل اس کی **حمایت** کی ہے کہ میں گیا تھا شیخوپورہ جیل میں اور یہ پہلی دفعہ ہوا ہے شاید پاکستان کی تاریخ میں کہ گورنر اس طرح گیا **کسی کے لئے**، کسی کے **حق** میں۔۔۔ (پھر مذہبی جماعتوں کے احتجاج کی بابت کہا) یہ تو ہر ایک کے خلاف فتوے دیتے پھرتے ہیں انہوں نے بسنت کے خلاف بھی فتوے دیئے ہیں۔۔۔۔ یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں میں انہیں **جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں** اور کبھی کہتے ہیں کہ میں **واجب القتل** ہوں اور **مجھے کافر** کہہ رہے ہیں۔۔ میں ان لوگوں کی باتیں نہ **سنتا** ہوں اور نہ ہی میں انہیں کچھ **سمجھتا** ہوں۔۔۔ دیکھیں جب میں نے آواز اُٹھائی ہے تو پہلی دفعہ اس **توہین رسالت** کے قانون کے **خلاف** لوگوں نے بیان بھی دیئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ پارٹی ایشو نہیں یہ **انسانیت کا ایشو** ہے۔ یہ قانون خدا کا قانون نہیں ہے اور ہر قانون میں آپ **تبدیلیاں** لا سکتے ہیں۔ اگر آپ آٹھویں ترمیم لا سکتے ہیں تو آپ اس میں بھی Chaging لا سکتے ہیں۔۔۔ یہ جولاء ہے اور جو اس کے اثرات ہیں ایسے ماحول میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

گورنر کے انٹرویو کے طویل اقتباس سے جو باتیں عیاں ہوئیں۔

۱) ملعونہ کو سزا ملنے پر اسے بے حد افسوس ہوا۔

۲) قانون انسداد توہین رسالت ظالم قانون ہے۔ اور یہ خدا کا قانون نہیں

بندوں کا ہے۔اس قانون میں ناانصافیت ہے۔

۳) گورنر ڈنکے کی چوٹ پر عاصیہ مسیح کا حمایتی ہے اور اس حمایت پر اسے فخر حاصل ہے۔اور یہ حمایت انسانیت کی خدمت ہے۔

۴) یہ قانون تبدیل ہونا چاہیئے۔

۵) ملک میں قانون توہین رسالت کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

۶) گورنر کو اپنے ادا کئے ہوئے جملوں پر علماء کی طرف سے ہونے والے ردعمل کا بھی علم تھا یعنی وہ اپنے کفریات سے بے خبر نہ تھا اور علماء اسے کفریات سے آگاہ کرنے کا حق ادا کر چکے تھے۔اور گورنر نے انہیں جوتے کی نوک پر رکھنے کا اعلان کیا اس کے علاوہ گورنر نے یکم نومبر 2010ء کو مذکورہ قانون انسداد توہین رسالت کو **''کالا قانون''** قرار دیا۔ اور ساتھ ہی اس قانون کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ اس قانون کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

علاوہ ازیں گورنر نے CNN کو انٹرویو دیا اور اس انٹرویو میں واضح اور دو ٹوک کہا کہ اس قانون سے **''سزائے موت''** کی سزا ختم کرواؤں گا اور مزید کہا کہ اگر ہائی کورٹ نے ملعونہ کو معاف کر دیا تو ٹھیک ہے وگرنہ ہم خود اس کی **سزا کو معاف کر دیں** گے اور صدر پاکستان جو کہ لبرل آدمی ہیں وہ اس سزا کو معاف کر دیں گے۔ (یہ انٹرویو youtube پر سنا اور دیکھا جاسکتا ہے)

یونہی لاہور JC یونیورسٹی کے طلباء کے سامنے کامران شاہد کے ساتھ شو میں جب گورنر سے سوال ہوا کہ آپ کہتے ہیں کہ ناموسِ رسالت کا قانون انسانوں کا بنایا ہوا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ **انا کفیناک المستھزئین** تو اس کے جواب میں گورنر نے استہزاءً کہا کہ جب گستاخوں کے لئے اللہ کافی ہے تو پھر

آپ کوقانون بنانے کی کیا ضرورت ہے۔(watch on youtube)

عاصیہ مسیح کیس:

۱) دوسری طرف عاصیہ مسیح کیس کی مکمل فائل کواگر باریک بینی سے پڑھا جائے تو درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔

14-6-2009 کو عاصیہ مسیح نے ذاتی معاملات میں مشتعل ہوکر نبی علیہ السلام اور قرآن پاک کو صریح سب وشتم کیا۔ اور ایسی گالیاں بکیں کہ جن کے الفاظ پڑھ کر دماغ چکرا جاتا ہے۔

۲) الیف آئی آر فوراً درج نہ ہوئی بلکہ اقلیتی وزیر شہباز بھٹی کے دباؤ پر ایف آئی آر کے اندراج سے قبل SSP نے مکمل چھان بین اور تفتیش کی جس میں گاؤں کے لوگوں نے بھی اس کو مجرمہ قرار دیا اور بعد ازاں مجرمہ نے SSP کے سامنے اعتراف جرم بھی کیا اور کہا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو گالیاں تو دی ہیں تاہم میں آپ سے معافی مانگتی ہوں اس پر 19-6-2009 ایف آئی آر نمبر 326/2001 درج ہوئی۔ FIR کے اندراج کے بعد مقدمہ کا چالان کسی کانسٹیبل یا حوالدار یا تھانیدار نے نہیں بلکہ SSP لیول کے آفیسر نے مکمل تحقیق وتفتیش کے بعد عدالت کے روبرو پیش کیا تھا۔

۳) عدالت میں مجرمہ کو صفائی کا مکمل موقع دیا گیا اس کیس کے دوران ایرک جون ایڈوکیٹ ، جسٹس گل ایڈوکیٹ ، طاہر گل صادق ایڈوکیٹ ، چوہدری ناصر انجم ایڈوکیٹ ، رائے اجمل ایڈوکیٹ سمیت سات وکلاء پیش ہوئے جن میں سپریم کورٹ کے وکیل منظور قادر ایڈوکیٹ بھی شامل تھے جبکہ استغاثہ کی طرف سے جناب میاں ذوالفقار علی ایڈوکیٹ عدالت میں پیش ہوئے۔

۴) مقدمہ کی پیروی کرنے والے گاؤں کے غریب مسلمان تھے جبکہ عاصیہ مسیح کی پشت پر پوپ، وفاقی وزیر شہباز بھٹی سمیت پوری عیسائی برادری۔

۵) نصف درج سے زائد گواہوں نے گواہی دی اوران پر مکمل جرح کی گئی۔

۶) عدالت کے جج نے اپنے طور پر مجرمہ کو چیمبر میں بلوا کر پوچھا تو اس نے وہاں بھی اپنے کئے کا اعتراف کیااور جج کے سامنے معافی مانگی۔

اس کے بعد عدالت نے اس مقدمے کا فیصلہ 10-11-8 کو ان لفظوں میں سنایا:

''یہاں یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ اس گاؤں میں عیسائی حضرات کی ایک کثیر تعداد مسلمانوں کے ساتھ کئی نسلوں سے آباد ہے ماضی میں اس علاقے میں اس قسم کا کبھی بھی کوئی واقع پیش نہیں آیا۔ مسلمان اور عیسائی دونوں ہی ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اوراعتقادات کے سلسلے میں برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں اگر توہین رسالت کا اس قسم کا کوئی واقعہ پہلے کبھی اس گاؤں میں پیش آتا تو یقیناً فوجداری مقدمات اور مذہبی جھگڑے اس علاقے میں پہلے بھی ہوتے۔ لہٰذا اس مرتبہ یقیناً توہین رسالت کا ارتکاب ہوا ہے جس کے باعث مقدمہ درج ہوا اور لوگ اس پر جمع ہوگئے اور یہ معاملہ اس قصبے اور اردگرد میں موضوع بحث بن گیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ نہ تو ملزمہ نے اپنی صفائی میں کوئی شکایت پیش کی اور نہ ہی اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کو 340/2 کے تحت غلط ثابت کیا۔ مندرجہ بالا بحث کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ استغاثہ نے اس مقدمہ کو کسی شک وشبہ سے بالاتر ثابت کردیا ہے۔ تمام استغاثہ گواہان نے استغاثہ کے مؤقف کی متفقہ اور مدلل انداز میں تائید وتصدیق کی ہے استغاثہ گواہان اور ملزمہ کے بزرگوں یا ان کے خاندانوں میں کسی دشمنی کا وجود نہیں پایا جاسکا لہٰذا ملزمہ خاتون کو ناجائز طور پر اس مقدمہ میں ملوث کئے جانے کا قطعاً کوئی امکان نہیں ملزمہ کو اس مقدمہ میں رعایت دیئے جانے کا

بھی کوئی جواز موجود نہیں لہٰذا میں ملزمہ عاصیہ بی بی زوجہ عاشق کو زیر دفعہ 295C تعزیرات پاکستان سزائے موت کی سزا کی مجرمہ ٹھہراتا ہوں۔"

نیز اسی طویل فیصلے میں جج نے ملعونہ کا SSP کے سامنے اعتراف جرم کا تذکرہ بھی کیا ہے

گورنر کے کفر وارتداد کا باعث یہ ہے کہ !!!

عدالت کی طرف سے مکمل قانونی تقاضے پورے کرنے کے بعد جو عورت صریح توہین رسالت کی مرتکبہ قرار پائی وہ شرعاً واجب القتل ٹھہری۔ واجب القتل اور ملعونہ عورت کی حمایت کرتے ہوئے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا لاہور سے سفر کر کے شیخوپورہ جیل پہنچنا، اپنے ساتھ فیملی اور میڈیا کی فوج کو لے کر جانا اور پھر جیل کے لاک اَپ سے نکال کر اس ملعونہ کو کرسی پر ساتھ بٹھانا، اس ملعونہ کو غریب و بے بس، مظلومہ، بے چاری، لاچار، قرار دیتے ہوئے کہنا کہ "**میں اس کا حمایتی ہوں** اور اس **حمایت پر فخر** کرنا کہ میں پہلا شخص ہوں جو اس طرح کے لوگوں کی حمایت میں جیل پہنچا ہوں۔ قرآن وسنت واجماع امت سے بنے ہوئے قانون انسداد توہین رسالت کو **ظالمانہ، کالا، انسانیت کے خلاف** قرار دینا، اس میں ترمیم اور اس کو ختم کرنے کا عہد کرنا، اس ملعونہ کی معافی کا اعلان کرنا یقیناً، یقیناً رضا بالکفر، تبجیل کفر **توہین قرآن وسنت واہانت رسول** ہوتے ہوئے گورنر کے کفر وارتداد کی صریح دلیل ہے۔

رضا بالکفر، تبجیل کفر اور اہانت رسول کے کفر ہونے میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے متبعین کو شک نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی کتاب میں جگہ جگہ لکھ چکے ہیں کہ رضا بالکفر بھی کفر ہے اور اس گورنر کے کفر کے رضا پر مذکورہ قرائن وشواہد ہی نہیں بلکہ "**میں اس کا حمایتی ہوں**" کی صراحت بھی موجود ہے۔ جب ایک شخص توہین رسالت کی مجرمہ کو اس کے کیئے پر دی گئی سزا کے معاملے میں ببانگ دھل کہتا ہے کہ

میں اس کا حمایتی ہوں اور ضرور بالضرور اس کو اس دی گئی سزا سے بچاؤں گا اگرچہ ہائی کورٹ بھی اس کو سزائے موت کیوں نہ سنا دے۔ ایک گستاخ عورت کی علی الاعلان حمایت کرنا گورنر کے کفر وارتداد کو بداھتاً ثابت کرتا ہے بایں طور ایسے شخص کے کافر و مرتد ہونے میں آخر کیا شک رہ جاتا ہے؟

رضا بالکفر کس طرح ثابت ہوئی؟

اگرچہ گورنر کے ملعونہ کی حمایت کے قول اور کردار سے اس کی رضا بالکفر بداھتاً ثابت ہوئی ہے تاہم پھر بھی اگر یہ سوال کیا جائے کہ گورنر کے ملعونہ عاصیہ کے پاس جانے سے "رضا بالکفر" کس طرح ثابت ہوتی ہے؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ سلمان تاثیر کے جملے **"میں اس کا حمایتی ہوں"** کی صراحت ہی اس کی رضا کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔ تاہم قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت نمبر 140 پر غور فرمائیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذاً مِثْلُهُمْ إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعاً

اور بے شک اللہ تم پر کتاب (قرآن) میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو ان (مذاق اڑانے والے) لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اور باتوں میں مشغول نہ ہو جائیں۔ ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کافروں اور منافقوں کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رقمطراز ہیں:

یدل بھذا علی وجوب اجتناب اصحاب المعاصی اذا ظھر منھم منکر، لان من لم یجتنبھم فقد رضی فعلھم والرضا بالکفر کفر قال اللہ عزوجل انکم اذاً مثلھم فکل من جلس فی مجلس معصیۃ ولم ینکر علیھم یکون معھم فی الوزر سواء (الجامع لاحکام القرآن لقرطبی جلد اول ص419)

اہل معاصی سے جب کوئی برائی ظاہر ہو رہی ہو تو ان سے دور ہونے کے وجوب پر یہ آیت دلیل ہے اس لئے کہ کسی شخص کا اہل معاصی کے ارتکاب گناہ کے بعد اس سے دور نہ ہونا یقیناً اس کے فعل سے راضی ہونا ہے اور کفر پر راضی ہونا کفر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان " انکم اذاً مثلھم " کہ تم بھی ان جیسے ہو جاؤ گے۔ پس ہر وہ شخص جو معصیت کی مجلس میں بیٹھا اور ان اہل معصیت پر نکیر نہ کی تو گناہ کی پکڑ میں دونوں برابر ہیں۔

امام فخر الدین رازی اس ضمن میں یوں رقمطراز ہیں:

قال اھل العلم : ھذا یدل علی ان من رضی بالکفر فھو کافر ومن رضی بمنکر یراہ و خالط اھلہ وان لم یباشر کان فی الاثم بمنزلۃ المباشر بدلیل انہ تعالیٰ ذکر لفظ المثل ھھنا (تفسیر کبیر جلد2زیر آیت مذکور)

اہل علم فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو کفر پر راضی ہو وہ کافر ہو جائے گا۔ جو کسی برائی کو دیکھتے ہوئے اس پر راضی رہے اور اہل معصیت کے ساتھ مل بیٹھے چاہے وہ گناہ کرے یا نہ کرے وہ گناہ میں ایسا ہی شامل و شریک ہوگا جیسے اس نے خود وہ گناہ کیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں آیت میں کلمہ "مثل" ارشاد فرمایا ہے۔

علامہ حافظ ابن کثیر اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

ای انکم اذا ارتکبتم النھی بعد وصولہ الیکم ورضیتم بالجلوس ھم فی

المكان الناس يكفر فيه بآيات الله ويستهزاء وينتقص بها واقرر تموهم علی ذالک فقد شارکتموهم فی الذی هم فیه فلهذا قال تعالیٰ انکم اذا مثلهم فی الماثم کما جاء فی الحدیث من کان یومن بالله والیوم الاخر فلا یجلس علیٰ مائدة یدار علیها الخمر (تفسیر ابن کثیر 567/2)

یعنی اس نہی (اہل کفر ومعصیت کے ساتھ نہ بیٹھو) کے پہنچنے کے بعد تم نے اس کا ارتکاب کیا یعنی ان کے ساتھ بیٹھے اور اس جگہ بیٹھنے پر راضی ہوئے کہ جس جگہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور ان آیتوں کی تنقیص کی جاتی ہے۔ پس تحقیق تم بھی ان کے کام میں برابر کے شریک ہو گے پس اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ان کے گناہوں میں ان کے ساتھ کے شریک ہو جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ (حضور اکرم ﷺ نے فرمایا) جو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والا ہے وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور ہو۔

اسی طرح علامہ جمال الدین قاسمی ارقام فرماہیں:

اذا قعدتم معهم دل علی رضاکم بالکفر بالآیات والاستهزاء بها فتکون مثلهم فی الکفر واستتباع العذاب فاجتماعکم بهم ههنا سبب اجتماعکم فی جهنم (تفسیر محاسن التاویل ج 2ص210)

یعنی جب تم اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرنے اور ان کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ بیٹھو گے تو یہ تمہارا ان کے ساتھ بیٹھنا اللہ کی آیات کے ساتھ کفر اور ان کا مذاق اڑانے والوں کے کفر کے ساتھ تمہاری رضا کی دلیل ہے۔ پس تم بھی کفر اور عذاب کے حاصل کرنے میں ان کے مثل ہو گے۔ پس تمہارا ان کے ساتھ یہاں جمع ہونا تمہارے جہنم میں اکٹھا ہونے کا سبب ہوگا۔ اس آیت کے ضمن میں (دیگر تفاسیر

میں بھی اسی طرح کا مضمون موجود ہے)

آیت اور اس کی تفسیر سے مدعا پر استدلال:

جب اہل معصیت وکفر کی مجلس میں ان کی معصیت وکفر و **استھزا بالآیات** کو سن کر بیٹھے رہنا اور ان کا انکار نہ کرنا اور حسب طاقت نہ روکنا اور نہ ہی ان کا رد کرنا بلکہ وہیں بیٹھے رہنا **رضا بالکفر** کی دلیل ہے اور ایسی حرکت سے بندہ کافر ہو جاتا ہے تو ایک گستاخہ ملعونہ کے کفر بکنے اور مجرمہ ثابت ہونے کے بعد اس کی حمایت کرتے ہوئے گھر سے پروٹوکول کے ساتھ نکلنا اور شیخوپورہ جیل میں جا کر گستاخہ کو پہلو میں بٹھا کر اس کی حمایت میں پریس کانفرنس کرنا اور اسے سزا سے بچانے کے اعلان کرنا اور اپنے اس کئے پر ندامت وشرمندگی اور رجوع کے بجائے فخر کرنا اور کہنا کہ ہاں میں اس کا حمایتی ہوں "یہ **رضا بالکفر**" کی بین دلیل کیونکر نہ ہے؟ اور چونکہ ملعونہ کا جرم اہانت رسول ہے لہذا گورنر اہانت رسول کے جرم میں برابر کی شراکت داری ہے اور اہانت رسول کے جرم میں شراکت داری خود توہین واہانت رسول ہے اور یہی سلمان تاثیر کا "**کفروارتداد**" ہے۔

گستاخی کے مرتکب کو بچانا گستاخی ہے:

گذشتہ بحث میں یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ کسی کی گستاخی اور کفریات کو سن کر اس کا رد نہ کرنا اور وہاں بیٹھے رہنا برابر کی شراکت داری ہے تو ایسے ملعون شخص کو بچانا کیسا ہو گا؟

اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کے استاد گرامی غزالی زماں حضرت سید احمد سعید کاظمی کی کتاب کا اقتباس ملاحظہ ہو آپ رقمطراز ہیں۔

وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کی توہین صریح کی تاویل کر کے اسکے مرتکب کو کفر

سے بچانا چاہیں بالکل اسی مثل کے مستحق ہیں جیسا کہ خود توہین رسالت کرنے والا مستوجب حد ہے۔ (توھین رسول کی سزا قتل صفحہ 11)

غور فرمائیں! جو محض تاویل کر کے اسے کفر سے بچائے وہ واجب القتل ہے تو جو شخص کسی گستاخ رسول کو گواہوں کے تزکیہ اور تفتیش کے بعد کئے گئے جج کے فیصلے کے بعد گستاخ ثابت ہونے پر اسے ملنے والی سزا سے بچانا چاہے وہ اس گستاخی کے زمرے میں کیونکر نہ آئے گا؟

عاصیہ ملعونہ بلاشک وشبہ صریح توہین کی مرتکب ہوئی تھی اور واجب القتل تھی، گورنر نے ایسی ملعونہ سے نفرت وحقارت کے بجائے اس کی گستاخی کی اولاً تاویل نہیں کی بلکہ عدالت کے فیصلے کو درست کہتے ہوئے اس کی سزا کو معاف کرنے کا اعلان کیا اور پھر بعد ازاں یہ باطل تاویل پیش کی کہ ملعونہ کو اپنی صفائی پیش کرنے کیلئے لائق وکلاء کی معاونت حاصل نہ ہوسکی۔ ڈاکٹر صاحب کے استاد گرامی اور غزالی زماں کی تحریر کے مطابق باطل تاویل کے باعث گورنر بھی واجب القتل ٹھہرا اور واجب القتل مباح الدم ہوتا ہے۔

لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری !!!

کسی گستاخِ رسول کو دی جانے والی سزا سے بچانے کا اعلان کرنا ہی اعلان کرنے والے کے کافر ہونے کی دلیل ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کا اقتباس **"قول فیصل"** کی حیثیت سے پیش خدمت ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

کوئی فرد بشر سرور کائنات ﷺ کی اہانت وگستاخی کا ارتکاب کرے، اس فعل کا کسی بھی امتی یا اسلامی ریاست کو پتہ چل جائے اور وہ بغیر قیام حد کے اسے معاف کر دے تو یہ حسن خلق ہرگز نہ ہوگا بلکہ از روئے شرع یہ عمل بے حمیتی اور بے غیرتی متصور ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ کی عزو حرمت،

عظمت وتقدس اور ادب واحترام کی محافظت و پاسبانی امت مسلمہ کی دینی وایمانی ذمہ داری میں شامل ہے۔ علاوہ ازیں حضور نبی کریم ﷺ نے اگر کسی کو بذاتِ خود معاف فرما بھی دیا تو یہ آپ کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔ اسے معاف کرنے کا آپ ﷺ کو بذاتِ خود تو اختیار حاصل ہے لیکن ایک امتی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کوئی گستاخ و بے ادب حضور ﷺ کی اہانت وتنقیص کرے تو امتی حضور ﷺ کے حق خاص میں ازخود تصرف کرتے ہوئے اسے معاف کرتا پھرے اور اس سے درگذر کرے امت کے لئے یہ کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے **بلکہ ایسا کرنے سے اس کا اپنا ایمان بھی ضائع ہوجائے گا۔** (تحفظ ناموسِ رسالت ص 199)

ڈاکٹر صاحب کی اپنی تحریر سے ثابت ہوا کہ جو کوئی شخص کسی گستاخ کی سزا کو معاف کرے اس کا ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ اس تحریر کے اقتباس کے بعد کیا گورنر کے کفر وارتداد میں ذرا برابر بھی شک رہتا ہے کہ جو واضح کہہ رہا ہے کہ اگر ہائی کورٹ بھی سزا دے ڈالے تب بھی ملعونہ عاصیہ کو معاف کردیں گے؟ اگر انصاف ودیانت سے اس اقتباس کو پڑھا جائے تو نہیں سمجھا جا سکتا کہ اس معاملے میں کوئی شک یا تردد باقی رہے گا۔ ملعونہ عاصیہ کی سزا کی معافی کا اعلان گورنر نے درجنوں بار کیا۔ مختلف سیمینارز میں، انٹرویوز میں اور مختلف شوز میں واضح اور دوٹوک کہا کہ میں اس کی سزا کو معاف کرواؤں گا اس کے علاوہ گورنر نے کئی مقامات پر یہ بھی کہا کہ ناموسِ رسالت کے قانون میں سے **"سزائے موت"** کی سزا کو ختم کرواؤں گا۔

گورنر کا کفر یوں بھی ثابت ہوتا ہے:

گستاخِ رسول کی سزا صرف اور صرف موت ہے اور یہ سزا بطورِ حدِ شرعی کے ہے جسے کوئی شخص نہ گھٹا سکتا ہے اور نہ ہی ختم کروا سکتا ہے اگر کوئی اس کو گھٹانا یا ختم کرنا

چاہے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس سوال کا جواب ڈاکٹر صاحب کی کتاب سے لیتے ہیں چنانچہ موصوف اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''قرآن وسنت نے توہین رسالت مآب کے مجرم کی سزا صرف اور صرف موت مقرر کی ہے جو بصورت حد نافذ العمل ہے نہ کہ بصورت تعزیر، فقہائے کرام نے تواتر کے ساتھ حداً سزائے قتل کی نہ صرف تصریح وتوثیق کی ہے بلکہ اہانت رسالت مآب کے مرتکب مجرم پر حداً سزائے موت کے نفاذ کے فتاویٰ بھی صادر کیے ہیں سو یہ ایسی سزا ہے جس میں کسی بھی طبقے، ریاست، حاکم اور کسی بھی سطح کے فرد کو یہ حق حاصل ہی نہیں کہ وہ اس میں معمولی سی بھی کمی بیشی کر سکے کیونکہ حد من جانب اللہ مقرر ہوتی ہے اور اس میں تبدیلی وترمیم کا حق بھی اسی ہی کو حاصل ہے یہی حد کی تعریف ہے **الحد عقوبة لله تعالیٰ** (البحر الرائق) **حداللہ رب العزت کی مقرر** کردہ سزا ہے۔ اس بناء پر ساری امت مسلمہ مل کر بھی کسی بڑی سے بڑی ظاہری وسماجی، معاشرتی وسیاسی اور نام نہاد انسانی واخلاقی حکمت ومصلحت کو پیش نظر رکھ کر بھی اس کی سزا میں **معمولی سی تخفیف وترمیم نہیں کر سکتی**۔ یہ اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی طرف سے دائمی بنیادوں پر مقرر کردہ ہے۔ سو اب کسی بھی فرد، طبقے، مقننہ عدالت اور ریاست ومملکت کو اس میں **کمی وبیشی** کا اختیار نہیں اور نہ ہی اس کے دائرہ کار اور تصرف میں ہے کہ وہ اہانت رسول کے مرتکب کی سزا زیادہ سے زیادہ دو سال قید مقرر کرے۔ **ایسا کرنا قرآن وسنت کی بیان کردہ سزائے موت کی نہ صرف صریحاً خلاف ورزی ہے بلکہ بغاوت وروگردانی بھی ہے جو صریح کفر ہے۔** (تحفظ ناموسِ رسالت ص26)

ڈاکٹر صاحب کی اس تحریر سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ جو شخص ناموسِ رسالت کے قانون سے سزائے موت کو ختم کرنا چاہے وہ ''**کافر**'' ہے۔ اب

ڈاکٹر صاحب اور ان کے پیروکار گورنر کے CNN کو دیئے گئے انٹرویو کے کلپ کو غور سے سنیں جس میں وہ واضح طور پر کہہ رہا ہے کہ میں اس قانون میں سے "سزائے موت" کو ختم کرواؤں گا۔ اس کے بعد فیصلہ کریں کہ علمائے کرام نے گورنر پر کفر وارتداد کا فتویٰ درست دیا تھا یا کہ غلط؟ جب کہ ڈاکٹر صاحب واضح طور پر لکھ رہے ہیں کہ ایسا شخص کھلا کافر ہے۔

گستاخِ رسول کی سزا میں کوئی شخص تخفیف یا کمی نہیں کر سکتا:

گستاخ رسول کی سزا موت ہے اور یہ سزا اسے حداً دی جائے گی جرم ثابت ہونے کے بعد اس سزا کو نہ کوئی عدالت معاف کروا سکتی ہے اور نہ ہی حاکم وقت یا کوئی گورنر، اگر کوئی شخص اس سزا کو معاف کروانا چاہے تو اس کے کفر کا قول ڈاکٹر صاحب کی تحریر سے آپ پڑھ چکے ہیں ذیل میں چند اقتباسات موصوف ہی کی کتاب سے پیش کئے جاتے ہیں کہ جہاں واضح طور پر موجود ہے کہ اس سزا میں کمی نہیں ہو سکتی۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کی یہ تحریر قابل توجہ ہے آپ لکھتے ہیں:

> یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ شریعت اسلامی میں گستاخِ رسول کی سزا کتاب و سنت کی رو سے حداً قتل ہے۔ ہرگز تعزیز نہیں، بطور حد ہی "من جانب اللہ" نافذ العمل ہے اور تا قیام قیامت رہے گی یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مقرر کردہ ہے۔ بنا بریں اس میں **کسی قسم کی کمی وبیشی، ترمیم وتخفیف کا حق کسی بھی ریاست حاکم وقت اور عدالت ومقننہ کو حاصل نہیں اور نہ ہی اپیل وغیرہ۔** (تحفظ ناموسِ رسالت 349)

ایک دوسرے مقام پر موصوف رقمطراز ہیں:

> "یہ بات ذہن نشین رہے حضور ﷺ کو بذات خود یہ اختیار حاصل تھا کہ آپ اپنی شان میں اہانت وتنقیص کرنے اور اذیت وتکلیف دینے والوں

کومعاف کردیں جبکہ امت کو یہ حق اور اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ آقائے دوجہاں ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی وگستاخی اور ہرزہ سرائی کرنے والے کو معاف کرے۔ حق رسول ﷺ میں تصرف کی امت میں سربراہ **مملکت** سے لے کر عام فرد کو بھی کلیتاً اجازت نہیں ہے۔ خود حضور ﷺ کی حیات مقدسہ میں وہ لمحات بھی آئے جب آپ نے بحکم الٰہی اپنے گستاخوں کے قتل عام کا حکم دیا۔ نتیجتاً انہیں صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کر دیا گیا۔ (تحفظ ناموس رسالت ص215)

نیز آنجناب لکھتے ہیں:

''جب رسول اللہ ﷺ کی اذیت واہانت کی بات ہوگی تو اس صورت میں اہانت وگستاخی اور اذیت رسول ﷺ کا فعل انسان کو گناہ کبیرہ میں نہیں بلکہ دائرہ کفر میں لے جائے گا نتیجتاً کافر ہونے کے ساتھ مباح الدم اور واجب القتل ہوجائے گا، **اس سزا میں کوئی بڑی سے بڑی عدالت عالیہ اور اسلامی حکومت وریاست سوئی کی نوک کے برابر بھی کمی وتخفیف نہیں کرسکتی بایں وجہ کہ یہ سزا بطور حد ہے۔** (تحفظ ناموس رسالت ص173)

معلوم ہوا کہ توہین رسالت کی سزائے موت میں نہ کوئی صدر کمی لاسکتا ہے نہ گورنر اور نہ ہی کوئی عدالت۔ راقم کا جناب سے انتہائی دکھیا دل کے ساتھ سوال ہے کہ جب کسی فرد بشر کو گستاخ کی سزا میں تخفیف وترمیم کا حق حاصل نہیں تو پھر سیکولر اور لبرل انتہا پسند طبقے کی طرف سے مہینوں پر محیط ناموسِ رسالت کے قانون کے خلاف میڈیا ٹرائل پر ڈاکٹر صاحب کی خاموشی کا آخر کیا راز ہے؟ گورنر اور اس کی معیت میں متحرک لابی پوری قوت کے ساتھ اس قانون کے خلاف زبان درازی کرتی رہی اور اس قانون سے سزائے موت کے خاتمے اور بعد ازاں عمر قید کے خاتمے کیلئے بل تک اسمبلی میں پیش کردیئے گئے۔ جناب موصوف آخر کس انتظار میں تھے؟ کیا جناب کی ڈیوٹی عین عدالتی فیصلے سے چند روز قبل صرف عاشق رسول کے خلاف ہی سٹیٹمنٹ تک محدود تھی؟

کیا یہی ناموسِ رسالت کی خدمت ہے؟

کاش ڈاکٹر صاحب!!! آپ کبھی گورنر کے کفریات کے خلاف بھی بولے ہوتے۔

کاش آپ ناموسِ رسالت کے قانون کے خلاف اُٹھائے جانے والے طوفان بدتمیزی کا سامنا بھی کرتے مجھے تو دکھے دل سے کہنا پڑتا ہے۔

کچھ باغباں ہیں برق وشرر سے ملے ہوئے

گورنر کو کفر سے بچانے کی سعی لاحاصل:

ڈاکٹر صاحب نے سلمان تاثیر کو اس کے اس کفر لاریب اور اہانت رسول کے جرم سے بچاتے ہوئے یہاں تک کہہ ڈالا کہ اگر گورنر نے ملعونہ کی حمایت بھی کی ہے تو بھی ہم اس کو کافر نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ عورت کی حد کے معاملے میں فقہی اختلاف ہے اور امام صاحب کے نزدیک عورت کو قتل نہیں کیا جا سکتا تو چونکہ سلمان تاثیر اس کو موت سے بچانا چاہتا ہے لہذا اس احتمال کے پیش نظر ہم اسکے کفر کا حکم نہیں لگائیں گے۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ سلمان تاثیر نے گستاخ رسول کی سزا میں کوئی فقہی اختلاف نہیں کیا اور سزائے موت یا عمر قید کی بات نہیں کی کہ اس کو اس کا فائدہ دیا جائے بلکہ اس نے اپنے کئی انٹرویوز میں کہا ہے کہ ہم عاصیہ کو معاف کروائیں گے۔ اگرچہ ہائی کورٹ سے بھی اسے سزا ہو جائے تب بھی ہم اس کی سزا کو معاف کروائیں گے۔(CNN کا انٹرویو YouTube پر دیکھیں)

حقیقت یہ ہے کہ سلمان تاثیر کی دیرینہ دوستی نے ڈاکٹر صاحب کی آنکھوں کے سامنے وہ ''عینک'' چڑھا دی ہے جس کے پیچھے جناب کو گورنر کے عیب نظر نہیں آتے وگرنہ صرف توہین رسالت کی مجرمہ کی حمایت کے اعلان سے ہی کئی وجوہات کی

بناء پر کفر لازم آتا ہے۔ اور جناب کا امام صاحب کے حوالے سے عورت کی سزا کی بات کرنا دراصل توہین رسالت کے قانون میں "تکنیک" کا بیج بونے کے مترادف ہے۔ اور پھر موصوف نے عوام کو یہ تو بتا دیا کہ کس درجے کا عالم دین کسی پر کفر کا حکم صادر کر سکتا ہے تاہم حضرت یہ بتانا بھول گئے کہ کس درجے کا مفتی اور عالم دین کسی کے کفر کا دفاع کرتے ہوئے اس کو کفر سے بچا سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہ واویلا تو کر رہے ہیں کہ علماء کو کفر کا فتویٰ دینے کی بابت قیامت کے دن جواب دینا پڑے گا لیکن وہ خود بھول گئے کہ ان کو ایک کافر و گستاخ کا دفاع کرنے کا بھی حساب دینا پڑے گا۔ اگر قیامت کے دن رسول ﷺ نے ان سے اتنا پوچھ لیا کہ تو نے میرے گستاخ اور ملعونہ عاصیہ کے وکیل کی وکالت کیوں کی ہے۔۔۔؟ تو جناب ڈاکٹر صاحب آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟ اور پھر پورے پاکستان کے جید علماء کرام اور مفتیانِ عظام جن میں تمام مسالک کے لوگ شامل ہیں، کی نظر میں تو سلمان تاثیر کا قول و کردار کفر و ارتداد ہے جبکہ صرف اکیلئے آپ کو گورنر میں ایمان وایقان کی بہاریں نظر آتی ہیں۔

خداوندا ایں چہ بو العجبی است

گستاخوں کا دفاع، ادارہ منہاج القرآن کا فیض یا۔۔۔

ڈاکٹر صاحب کے ایک شاگرد نے راولپنڈی میں ملعون گورنر کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ سلمان تاثیر کا مطلب تو یہ تھا کہ عاصیہ ملعونہ کیس کا فیصلہ درست نہیں ہوا اور وہ گستاخی رسول کی مرتکب نہیں ہوئی تھی لہٰذا گورنر نے ایسی عورت کی حمایت کی ہے جسے وہ مظلومہ سمجھ رہا تھا نہ کہ گستاخ رسول کی۔

جواباً عرض ہے کہ سلمان تاثیر کے انٹرویوز کو دوبارہ سنیں اس نے کئی بار کہا ہے کہ وہ عدالت کے فیصلے کو غلط نہیں سمجھتا عدلیہ کی بات نہیں کرتا۔ جج کے فیصلے کو غلط نہیں

کہتا بلکہ اس فیصلے کو برقرار رکھتے ہوئے وہ اپنے اور صدر کے اختیار کے تحت، اس ملعونہ کی سزا کو معاف کروار رہا ہے۔ جب وہ عدالت کے فیصلے کو غلط نہیں کہہ رہا بلکہ قانون انسداد توہین رسالت کے خلاف بھڑاس نکال رہا ہے تو اس کیلئے یہ تاویل کیسی۔ اور پھر عجیب نرالی منطق ہے کہ وہ اسے **"گستاخ رسول نہیں سمجھ رہا تھا"** جب مقامی آبادی کے سینکڑوں لوگ گواہیاں دے رہے ہیں کہ اس نے گستاخی کی۔۔۔ SSP تفتیش میں لکھ رہا ہے کہ اس نے اس کے سامنے اعترافِ جرم کیا۔۔۔ تزکیۃ الشھود کے بعد جج کہہ رہا ہے کہ شک وشبہ سے بالاتر ہو کر فیصلہ دیا جاتا ہے کہ وہ گستاخ رسول ہے۔۔۔ تو کیا ان حقائق کے مقابلے میں خلاف حقیقت گورنر کا محض **"مظلوم سمجھنا"** اسے اس ملعونہ کے شریک جرم ہونے سے بچا سکتا ہے؟ جبکہ گورنر کو خود بھی عدالت کے فیصلے کا انکار نہیں اور اگر محض **"سمجھنے"** سے گورنر کے جرم پر پردہ ڈالا جا رہا ہے تو پھر سوچ کا یہی معیار اور استدلال کا یہی منہج ممتاز قادری کے لئے کیوں نہیں؟ گورنر نے تو محض اپنے زعم باطل سے عاصیہ کو مظلومہ سمجھا ہوگا جبکہ اس کے پاس اس کے مظلومہ ہونے پر کوئی خارجی دلیل بھی موجود نہ تھی جبکہ گورنر کے بقول کہ اس نے عاصیہ کے کیس کی فائل پڑھی ہے اگر فائل پڑھی ہے تو کیس کی پہلی چیز FIR ہوتی ہے FIR میں صراحتاً لکھا ہے کہ اس ملعونہ نے نبی پاک ﷺ کو صریح گالیاں بکی ہیں اور کیس کی فائل میں گواہوں کی شہادتیں ہیں جن پر ملعونہ کے وکلاء کی مکمل جرح ہے تو اتنی وضاحت کے بعد بھی جب زُعم باطل سے کسی کنفرم گستاخ کو **"مظلومہ"** سمجھ لیا گیا تو منہاج القرآن کے قائدین و متعلقین ایسے **"کنفیوز مائنڈ"** کی حمایت کرتے نہیں شرماتے تو۔۔۔۔ جنابِ عالی!!! غازی ممتاز حسین قادری نے صرف اپنے طور پر سلمان تاثیر کو گستاخِ رسول سمجھا نہیں تھا بلکہ اس کے سامنے اس کی خلافِ شریعت حرکات تھیں۔۔۔۔ سینکڑوں علماء کے اس کے خلاف کفر وارتداد کے فتوے تھے۔۔۔

31 دسمبر کے دن پورے ملک میں کروڑوں لوگوں کا احتجاج ۔۔۔۔اور کامیاب ہڑتال تھی ۔۔۔۔۔اور ساتھ ہی ساتھ اس کے گورنری کے عہدے کے باعث ''قانون کی عاجزی'' بھی ممتاز قادری کے سامنے تھی۔ایسے میں اس نے ایک واقعی ملعون کو اگر گستاخ سمجھ کر قتل کر دیا تو منہاج القرآن کے قائدین اور متعلقین وہی ''سمجھنے'' کا فائدہ ممتاز حسین قادری کو دینے پر تیار کیوں نہیں ہیں؟ نبی علیہ السلام کے عاشقوں کے مقابلے میں گستاخوں کی محبت !!!

کیا یہی منہاج القرآن کا فیض ہے یا۔۔۔۔!!!!

توہین رسالت کس طرح ثابت ہوتی ہے ؟؟

ڈاکٹر صاحب اور ان کے متبعین توہین رسالت کے حوالے سے عوام کو ''لفظوں'' کے ہیر پھیر میں الجھا رہے ہیں کہ کون کون سے لفظوں سے گستاخی ثابت ہوتی ہے اور کون سے لفظوں سے نہیں، کہاں نیت معتبر ہوگی اور کہاں نہیں ۔ چنانچہ وہ سلمان تاثیر کے کفر کے ناکام دفاع میں اپنی گذشتہ تحریروں کا رد پہ رد کیے جا رہے ہیں اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کی اپنی ہی کتاب کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔آپ لکھتے ہیں:

> **امام مسجد کا قتل**: عبس و تولی سورت کا شان نزول مفسرین کرام نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ روساء قریش کو دعوت پہنچانے میں مشغول تھے۔ کاملاً ان ہی کی طرف متوجہ تھے۔اچانک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم ﷺ کی بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے ۔ یہ اولین مہاجرین میں سے تھے۔عموماً حاضر خدمت ہوتے رہتے۔ تعلیمات دین حاصل کرتے، مسائل دریافت کرتے، حسب معمول آج بھی آتے ہی سوالات کیے آداب مجلس کا خیال نہ رکھ سکے آگے بڑھ کر حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی

طرف متوجہ وراغب کرنا چاہا۔ آپ اس وقت چونکہ ایک اہم امر دینی میں مشغول ومصروف تھے سو متوجہ نہ ہوئے سلسلہ کلام جاری رکھا دوران گفتگو خلل اندازی پر چہرہ اقدس پر کچھ رنج وملال کی کیفیت ظاہر ہوئی اس پر باری تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں جن میں آنحضرت ﷺ کو اس امر کی تلقین کی گئی، وہ نابینا تھا اس کی دلجوئی بھی تو مقصود تھی ایسے آثار چہرہ اقدس پر ظاہر نہیں ہونے چاہئیں تا کہ ایسا مخلص جانثار صحابی آپ کی شفقت ودلجوئی سے محروم نہ ہو۔ اب ظاہراً اس آیت کریمہ میں ''عتاب'' تنبیہ کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ اس خصوصیت کی وجہ سے ایک منافق کا یہ معمول تھا وہ ہر نماز میں یہی سورت پڑھتا دل میں یہ کیفیت مراد لیتا کہ یہ وہ سورت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو تنبیہ فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ

روی ان عمر بن الخطاب بلغه ان بعض المنافقین یؤم قومه فلا یقراء فیهم الاسورة عبس فارسل الیه فضرب عنقه "

(تفسیر روح البیان 331/10)

یہ بات سیدنا عمر فاروق ﷺ تک پہنچی کہ منافقین میں سے ایک شخص اپنی قوم کی امامت کراتا ہے وہ ہر باجماعت نماز میں ''سورۂ **عبس وتولی**'' پڑھتا ہے آپ نے اسے بلا بھیجا (بغیر مزید تحقیق کے) اس کا سر قلم کروادیا۔

یہ قابل توجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق ﷺ پر اس شخص کے عمل سے یہ بات ازخود متحقق ہوگئی اور آپ کو یقین کامل حاصل ہوگیا کہ اس سورت کو مداومت وہمیشگی سے پڑھنے کا سبب وعلت درپردہ بے ادبی وگستاخی رسول ہے۔ علاوہ ازیں کچھ اور علامات بھی گستاخان رسول کی آپ کے پیش نظر تھیں اس کے ساتھ ہی حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس کے بغض وعناد، حسد وکینہ کی تعینات بھی اس کے گستاخ رسول ہونے پر واضح دلالت کررہی تھیں۔ یہ بات لائق توجہ ہے کہ اس شخص نے زبان سے **قولاً یا فعلاً، اشارۃً یا کنایۃً** کسی بھی صورت میں شانِ رسالت مآب میں تنقیص وتحقیر پر مشتمل

کوئی کلمہ زبان سے آپ کے سامنے نہیں کہا بلکہ محض اس کے عمل اور مستقل معمول سے امر واقع آپ پر متحقق ہوا کہ اسکے دل میں گستاخی رسول پنہاں ہے۔ یا یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کا اشارہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے **سو کسی مزید تحقیق و تفتیش اور صفائی کا موقع دیئے بغیر کہ کس نیت سے تم پڑھتے ہو کس سے نہیں، نیت کے اعتبارات کو ترک کرتے ہوئے تفصیلات میں جائے بغیر بے ادبی و گستاخی رسول کے جرم پر اس کا سر قلم کر دیا۔**

(تحفظ ناموس رسالت ص263)

ڈاکٹر صاحب کی تصنیف سے لئے گئے اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ توہین رسالت کے ثابت کرنے کے لئے محض کسی کا طرز عمل ہی کافی ہوتا ہے اور نیت، الفاظ کا اعتبار بھی نہیں کیا جاتا۔ اگر محض طرز عمل سے توہین رسالت ثابت ہو جاتی ہے اور گستاخی رسوؐل کا جرم متحقق ہو جاتا ہے تو پھر جس شخص کا عمل و کردار، قول و کلام صراحتاً توہین پر مبنی ہو اور بادی النظر میں جس کی گستاخی عیاں ہو، جس شخص پر علماء ربانیین کی اکثریت توہین رسالت کا فتویٰ صادر کرے اور وہ شخص رجوع کرنے کے بجائے علماء کی توہین کرتے ہوئے انہیں جوتے کی نوک پر رکھے تو ایسا شخص گستاخ و کافر کیوں نہیں ہے؟ ایسے شخص کو علمائے ربانیین کے فتاویٰ کی روشنی میں ایک عاشق رسول قتل کر ڈالے تو بتایئے کہ اس عاشق رسول کا یہ عمل قابل مواخذہ جُرم کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور پھر لوگوں کو اس بحث میں الجھانا کہ کن الفاظ سے گستاخی ثابت ہوتی ہے اور کن الفاظ سے نہیں ہوتی کیا یہ دجل نہیں؟ جبکہ ڈاکٹر صاحب کی تحریر سے واضح ہو رہا ہے کہ کسی شخص کی کیفیت یا خبث باطنی سے اگر متحقق ہو جائے کہ یہ تنقیص رسالت کا ارتکاب کر رہا ہے جبکہ اس شخص نے زبان سے قولاً یا فعلاً اشارۃً یا کنایۃً کسی بھی صورت میں شانِ رسالت میں تنقیص و تحقیر پر مشتمل کوئی کلمہ زبان سے آپ کے سامنے نہیں بھی کہا ہو تو ایسا شخص گستاخِ رسول اور لائق گردن زدنی ہے۔ تو جب بغیر لفظ بولے کسی کی

گستاخی ثابت ہو سکتی ہے تو جو شخص قرآن و سنت کا مذاق اُڑائے ایک ملعونہ و گستاخہ عورت سے ہمدردی کرتے ہوئے اس کی سزا کو معاف کرنے کا اعلان کرے اور اپنے اسی عمل کے درست ہونے پر اڑ جائے اور اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں کو ظالمانہ قرار دے ڈالے تو ایسے شخص کی گستاخی کیونکر متحقق نہیں ہو سکتی اور ایسے شخص کو مرتد قرار دینے میں سوائے ڈاکٹر صاحب کی ''دیرینہ دوستی'' کے اور کیا چیز حائل ہو سکتی ہے؟

یونہی جناب کا یہ موقف بھی ملاحظہ فرمائیں:

''حضور نبی کریم ﷺ اور جملہ انبیاء کرام کی تعظیم و تکریم اور ان کے ادب کے جملہ پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے گفتگو و خطاب کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترک ادب کا شائبہ ہو وہ زبان پر لانا ممنوع و حرام ہے اگرچہ توہین و تنقیص کی **نیت و ارادہ** بھی نہ ہو۔'' (تحفظ ناموس رسالت ص 103)

نیز لکھتے ہیں:

''آیہ کریمہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ شخص **جو اہانت رسول کا دانستہ یا غیر دانستہ عمداً یا غیر عمداً، ارادے سے یا بغیر ارادہ کے، نیت سے یا بغیر نیت کے غرضیکہ کسی بھی صورت میں ارتکاب کرے** تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو جائے گا۔'' (تحفظ ناموس رسالت ص 215)

یونہی آنجناب نسیم الریاض شرح الشفاء کے حوالے سے لکھتے ہیں:

'' المدار فی الحکم بالکفر علی الظواھر و لا نظر للمقصود والنیات و لا نظر لقرائن حالہ '' (نسیم الریاض شرح الشفاء 4:426)

''توہین رسالتمآب ﷺ پر حکم کفر کا مدار ظاہری الفاظ پر ہے۔ توہین کرنے **والے کے ارادہ و نیت اور اس کے قرائن حال کو نہیں دیکھا جائیگا۔**

ایک دوسری جگہ آپ رقمطراز ہیں:

تنقیص و تحقیر رسالت مآب خواہ عمداً ہو خواہ سہواً، قصداً ہو یا **غیر ارادی** طور پر

اس کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دینے سے دین وایمان کی بقاء ہے کیونکہ دین وایمان کی اساس وبنیاد تقدس وعظمتِ رسالت مآب پر استوار ہوئی ہے۔

(تحفظ ناموس رسالت 98)

جب گستاخی کے اثبات کیلئے نیت، غیر نیت، ارادے، غیر ارادے، عمد، غیر عمد صراحت، غیر صراحت، قرائن حال، سہو، قصد وغیرہ کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ حکم کفر کا مدار ظاہر پر ہے تو اس کے بعد محض ایک ملعون کو بچانے کیلئے گھنٹوں، نیت، غیر نیت، صراحت اور غیر صراحت پر بحث کرنا۔۔۔۔۔آخر کیا کہلائے گا؟

گورنر تاثیر کے کفر کی دوسری وجہ:

گورنر کا قانونِ انسداد توہین رسالت کو کالا قانون، ظالمانہ اور خلاف انسانیت قرار دینا اس قانون کی تحقیر اور استہزاء ہے اور تحقیر واستہزاء ہونا بداہتاً ثابت ہے۔ اس لئے کسی بھی ملک کے قانون کو کالا قانون قرار دینا اس ملک کے آئین کا مذاق اڑانا ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی ملکی قانون کو کالا قرار دے ڈالے تو اس کو تعزیز کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔

چونکہ قانون انسداد توہین رسالت کتاب وسنت کے عین مطابق اور کتاب وسنت کی صراحت سے بننے والا قانون ہے اور اس پر پوری امت مسلمہ متفق ہے کہ گستاخِ رسول کی سزاء موت ہے اس قانون کی تحقیر قرآن وسنت کی تحقیر وتنقیص ہے۔ قانونِ توہین رسالت کے تحت دی جانے والی سزاء شرعی سزاء ہے اور اسے ظالمانہ یا خلافِ انسانیت قرار دینا یہ صراحتاً قرآن وسنت کی توہین ہے۔ اور شریعت مطہرہ کی توہین کرنا اور اس کا مذاق اڑانا کفر ہے۔

شرح عقائد میں ہے: والاستهانة بها كفر والاستهزاء على الشريعة كفر

لان ذالک من امارات التکذیب (شرح عقائد 168)

یعنی شریعت کی توہین کرنا و اس کے ساتھ مذاق اڑانا کفر ہے اس لئے کہ ایسا کرنا شریعت کو جھٹلانا ہے۔

حضور ﷺ کی پسند کو ناپسند کرنے والا کافر ہے:

اس میں آئمہ اربعہ اور علمائے ملت اور کسی مومن کو شک نہیں ہو سکتا کہ جو شخص نبی علیہ السلام کی کسی پسند کو استخفافاً ناپسند قرار دے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے نبی کریم ﷺ کو کدو شریف پسند تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید کے ساتھ حضرت قاضی ابو یوسف دستر خوان پر کھانا تناول فرما رہے تھے کہ اسی دوران بیان کیا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کدو کو پسند فرماتے تھے۔ یہ بات سننے کے بعد دربانوں میں سے کسی شخص نے کہا **"میں کدو پسند نہیں کرتا"** امام ابو یوسف نے ہارون الرشید سے کہا اس شخص نے کفر کا ارتکاب کیا ہے پس اگر یہ توبہ کر کے دوبارہ کلمہ شریف پڑھ لے تو بہتر ورنہ اس کو قتل کردوں گا اس شخص نے توبہ کی اور معافی مانگی تو قتل ہونے سے بچ گیا۔

(تحفظ ناموس رسالت ص292)

اگر سرکار کی ایک پسند کو محض ناپسند کرنے کے باعث فقہاء ایسے شخص کو کافر قرار دیتے ہیں تو ایسا شخص جو نبی علیہ السلام کے قانون کو صرف ناپسند ہی نہ کرے بلکہ اسے ظالمانہ، خلافِ انسانیت اور کالا قانون قرار دے ایسا شخص مسلمان کیسے رہ سکتا ہے؟ یونہی علمائے کرام نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص نبی علیہ السلام کے بال مبارک کو تصغیر کے صیغے کے ساتھ شعیر کہے وہ بھی کافر ہے۔ یونہی اگر کوئی شخص حضور ﷺ کی چادر مبارک یا آستین مبارک کو میلا کہہ ڈالے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (تحفظ ناموس رسالت ص285)

غور فرمائیں! چادر کو میلا کہنا اگر کفر ہے تو رسول اللہ ﷺ کے پسندیدہ قانون آپ کے مبارک فیصلوں اور قرآن وسنت کے صریح قانون کو "کالا قانون" کہنے والا کافر کیونکر نہ ہوگا۔

ایہام گستاخی بھی گستاخی ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر صاحب گورنر کے مذکورہ قبیح کلمات میں "احتمال" کی تاویل کرتے ہوئے گورنر کو کفر سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اگر ڈاکٹر صاحب گورنر کے جملوں کو احتمال اہانت پر محمول کریں تو بھی عرض ہے کہ گورنر کے جملوں سے "ایہام اہانت" ثابت ہو رہا ہے اور یہ اصول علم کلام سے شغف رکھنے والے عام سے طالب علم کے بھی پیش نظر ہے کہ "ایہام کفر، کفر ہوتا ہے" اور گورنر کے بیانات میں "صراحت" کے ساتھ ساتھ "ایہام" گستاخی بھی موجود ہے۔ اور جب کسی شخص کے قول وکردار سے گستاخی کا ایہام بھی آجائے تو ایسا شخص گستاخ کہلاتا ہے اور اس کی یہ حرکت صریح گستاخی کہلاتی ہے۔ وہاں کسی نیت، ارادے اور دانستہ، غیر دانستہ کی تاویل بھی نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب ہی کی کتاب کا ایک اقتباس مسئلہ سمجھنے کے لئے کافی ہے آنجناب اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:

> "وہ لفظ جو ذومعنی "موھم تحقیر"" ہو یعنی گستاخی رسالت مآب پر دلالت کرے اسے حضور ﷺ کی شان میں استعمال کرنا صریح توہین وگستاخی ہے اگر چہ صراحتاً اس سے اہانت وتنقیص رسالت مآب کا کوئی وہم بھی پیدا نہ ہو بلکہ محض ذہن میں معمولی سا شائبہ ہی پیدا ہو تو ایسے لفظ کا استعمال مطلقاً جائز نہیں ہے۔ اس میں یہ ضروری نہیں وہ لفظ لغت عرب میں بغرض

توہین و تنقیص کے وضع کیا گیا ہے اور نہ ہی یہ بات ضروری ہے کہ وہ لفظ اگر کثیر المعانی ہے تو اس کے سب کے سب معانی توہین و اہانت اور تنقیص و تحقیر پر دلالت کرتے ہوں بلکہ اس کے کچھ معانی و مطالب اچھے بھی ہوں اس کے باوجود ایسے کثیر المعانی لفظ کو حضور کی شان اقدس میں بولنے، لکھنے سے قرآن حکیم نے سختی سے منع کر دیا ہے۔ اس حقیقت سے آگاہی کے بعد بھی کوئی فرد بشر اس کا ارتکاب کرے تو اس کا عمل شانِ رسالت میں گستاخی و اہانت کے مترادف ہے۔ (تحفظ ناموس رسالت ص 95,96)

یونہی ہی موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''غرضیکہ اسلامی ریاست کا قانون و ضابطہ اہانت رسالتمآب ﷺ کے خاتمے کے لئے اتنی صریح عبارت پر مشتمل ہونا چاہیئے کہ اس میں محض کسی کو یہ کہہ کر بچ جانے کی گنجائش اور موقع نہ ملے کہ جو لفظ میں نے بولا ہے اس میں صراحتاً حضور ﷺ کی گستاخی ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس میں فقط احتمال و شائبہ ہے جبکہ میرا گستاخی و اہانت کا ارادہ نہیں تھا کسی کا یہ جواب ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ اہانت و گستاخی رسول ﷺ کا ارتکاب کرنے والے بدطینت افراد میں ہی متصور ہوگا۔ (تحفظ ناموسِ رسالت ص 104)

دوسرے مقام پر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''غرضیکہ محض بطور وہم کے بھی جس میں تحقیر اور توہین کا پہلو پایا جائے تو ایسا لفظ شانِ رسالت مآب میں بولنے والا شخص کافر ہو جاتا اگرچہ وہ اس لفظ کے استعمال سے اہانت و توہین اور تنقیص و تحقیر کی نیت بھی نہ رکھتا ہو''

(تحفظ ناموس رسالت ص 97)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''جو الفاظ موہم تحقیر بحضور سرورِ کائنات ہوں اگرچہ ان کے کہنے والے نے نیت حقارت بھی نہ کی ہو مگر پھر بھی ان کے کہنے سے کافر ہو جائے گا۔

(تحفظ ناموس رسالت ص 280)

ایک دوسری جگہ آپ رقمطراز ہیں:

تنقیص وتحقیر رسالت مآب خواہ عمداً ہو خواہ **سہواً، قصداً** ہو یا **غیر ارادی طور پر** اس کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دینے سے دین وایمان کی بقاء ہے کیونکہ دین وایمان کی اساس و بنیاد تقدس وعظمت رسالت مآب پر استوار ہوئی ہے۔

(تحفظ ناموس رسالت 98)

فیصلہ کن تحریر:

اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کی طرف سے **فیصلہ کن اصول** یہ بیان کیا گیا آپ **لکھتے ہیں**:

''ہمارے نزدیک حضور نبی اکرم ﷺ کی ادنی سی گستاخی و بے ادبی، توہین و تنقیص، تحقیر واستخفاف خواہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ، بالفاظ صریح ہو یا بانداز اشارہ وکنایہ، ارادی ہو یا بغیر ارادی، بنیت تحقیر ہو یا بغیر نیت تحقیر، گستاخی کی نیت سے ہو یا بغیر گستاخی کے حتیٰ کہ وہ محض گستاخی پر دلالت کرے یا وہم گستاخی کا شائبہ ہی یوں پیدا کرے کہ جس سے اہانت و گستاخی رسالتمآب کا دروازہ کھلتا ہو تو ان سب صورتوں میں گستاخی رسول کا ارتکاب کرنے والا کافر و مرتد اور واجب القتل ہے۔''

(تحفظ ناموس رسالت ص 349)

دعوت فکر: ڈاکٹر صاحب کی کتاب کے ان اقتباسات سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو رہا ہے کہ نبی علیہ السلام کی توہین کے اثبات کے لئے کسی خاص لفظ، ارادے، نیت کی ضرورت نہیں بلکہ بغیر نیت وارادے اور خاص لفظ کے اگر محض کسی کے کلام سے گستاخی کا شائبہ اور وہم ہی پایا جائے تو بھی ایسا شخص کافر و گستاخ ہو جاتا ہے۔ اپنی اس واضح تحریر کے بعد ڈاکٹر صاحب کا لوگوں کو لفظوں اور نیت وارادے کے چکر میں پھنسانا سراسر اپنی تحریر کا رد، تحریر و تقریر میں کھلا تضاد اور تحفظ ناموسِ رسالت کے عظیم مشن کے ساتھ مذاق کے مترادف ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے اصول کہ ''موھم تحقیر لفظ سے بھی صریح گستاخی ثابت ہوتی ہے''۔ کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کیا جائے جب

محض موہم تحقیر لفظ سے صریح گستاخی ثابت ہو جاتی ہے تو ظالمانہ، خلاف انسانیت، کالا قانون، کے صریح گستاخانہ لفظوں سے گورنر کی گستاخی کیوں ثابت نہیں ہوگی؟

موہم تحقیر لفظ سے گستاخی کے اثبات پر حیدری فیصلہ:

گستاخِ رسول کعب بن اشرف یہودی کو حضرت محمد بن مسلمہ ﷛ نے اس کی گستاخی کے باعث حضور ﷺ کی اجازت سے جنگی چال چلتے ہوئے رات کے وقت قتل کیا جیسا کہ صحاح میں یہ واقعہ موجود ہے اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی بارگاہ میں ایک شخص نے کہا ماقتل کعب بن الاشرف الا غدرا فامر علی بضرب عنقه یعنی کعب بن اشرف کو تو دھوکے سے قتل کیا گیا ہے تو حضرت علی المرتضیٰ ﷛ نے ایسا کہنے والے شخص کی گردن مارنے کا حکم دے دیا۔

(تفسیر قرطبی 82/8)

غور فرمائیں: اس شخص نے دھوکے کی اضافت ڈائریکٹ رسول اللہ ﷺ کی طرف کرتے ہوئے معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ باز نہیں کہا، چونکہ وہ قتل حضور ﷺ کی ایماء اور حضور ﷺ کی اجازت سے ہوا اور صحابی ﷛ نے جنگی چال چلتے ہوئے گستاخ کو قتل کیا تو چونکہ "دھوکہ" یہ ایک عیب ہے اور اس کی اضافت بالواسطہ حضور اکرم ﷺ کی طرف ہوئی اور اس میں گستاخی کا "ایہام" تھا لہٰذا حضرت علی المرتضیٰ ﷛ نے اس بات کو توہین رسالت پر محمول کرتے ہوئے اسے قتل کر دیا۔

جہاں ایک جنگی چال کو دھوکہ کہنے کے باعث گستاخی ثابت ہو جاتی ہے تو جب گستاخ رسول کی سزا کا موت ہونا قطعاً ثابت ہے اور نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام کی پوری زندگی میں اس سزائے موت کے قانون پر عملدرآمد ہوتا رہا تو اب خدا اور اس کے رسول ﷺ کی مقرر کردہ سزا کو ظالمانہ اور خلافِ انسانیت کہنا کیا نبی اکرم ﷺ کی

توہین قرار نہیں پائے گا؟

اگر مذکورہ واقعہ میں ''ایہام'' کے بجائے اس شخص کے کلام کو''احتمال'' پر محمول کریں اور کہیں کہ اس شخص کے جملوں میں احتمال بھی تو نکالا جا سکتا تھا کہ اس نے جنگی چال کو دھوکہ کہا ہے یا فعل صحابی ﷺ کو دھوکہ کہا ہے اسکے باوجود حضرت علی ﷺ نے یہ اس سے نیت پوچھی اور نہ ہی احتمال کو سامنے رکھا، تو ایسا کیونکر کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے چونکہ اس شخص کی اس بات کہ **ما قتل کعب ابن اشرف الا عذراً** میں ایہام گستاخی تھا لہذا آپ ﷺ نے ''احتمال'' کو ترک فرما کر ''ایہام'' پر فیصلہ دے دیا۔

گورنر کے کلام میں احتمال کی تاویل باطل ہے۔

سلمان تاثیر نے ایک بار نہیں بار بار قانون توہین رسالت کو، ظالمانہ، خلاف انسانیت قرار دیا۔ اب اس میں ضیاء الحق یا نواز شریف کے قانون کی تاویل کرنا'' **ثم ازدادو کفرا** '' کا مصداق ہے۔ اور **توجیہ القول بما لایرضی بہ القائل** کے مترادف ہے۔ لہذا کسی صورت بھی گورنر کے ان جملوں کو''احتمال'' پر محمول کرتے ہوئے تاویل نہیں کریں گے کیونکہ اس طرح تو ہر گستاخ کوئی نہ کوئی تاویل پیش کر دے گا اور یوں گستاخی کا دروازہ ہی کھل جائے گا۔

اس سلسلے میں بات کو سمجھنے کیلئے پروفیسر موصوف کی کتاب کا یہ اقتباس کافی مفید ہوگا۔ چنانچہ آنجناب نسیم الریاض شرح الشفاء کے حوالے سے لکھتے ہیں:

'' **المدار فی الحکم بالکفر علی الظواھر ولا نظر للمقصود والنیات ولا نظر لقرائن حالہ** '' (نسیم الریاض شرح الشفاء 426:4)

''توہین رسالتمآب ﷺ پر حکم کفر کا مدار ظاہری الفاظ پر ہے۔ توہین کرنے والے کے ارادہ و نیت اور اس کے قرائن حال کو نہیں دیکھا جائیگا۔

وجہ یہ ہے کہ اگر یہ طریق کار اختیار کیا جائے تو پھر توہین رسالتمآب ﷺ کا دروازہ کبھی بھی بند نہیں ہوسکتا۔ یہ رعایت مل جانے پر ہر گستاخ یہ کہہ کر بری الذمہ ہو جائے گا کہ میں نے گستاخی واہانت رسول ﷺ کا کوئی ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی میری ایسی نیت تھی۔ غرضیکہ گستاخی رسول ﷺ کے انسداد کے لئے اور اسے کلیتًا ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ توہین صریح میں کسی بھی گستاخِ رسول ﷺ کی نیت اور ارادے وقصد کا اعتبار نہ کیا جائے اور ایسا کلام جو مفہوم توہین میں صریح وواضح ہو اس میں کسی مخفی غرض کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے تاویل وتوجیہہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ بایں وجہ کہ لفظ صریح میں **تاویل قبول ہوتی ہی نہیں**۔ اس نکتے کو امام حبیب بن ربیع رحمہ اللہ نے یوں واضح کیا ہے۔ لان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لایقبل لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا۔ (الشفاء 217:2)

کسی بھی کلام کا توہین صریح پر دال ہونا عرف ومحاورے پر منحصر ہے، عرف عام میں کوئی لفظ برے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہو تو اب اس کی لغوی تحقیق کر کے اسے اچھے معنیٰ میں ثابت کرنے کی کوئی تاویل وتوجیہہ، لغو وبے فائدہ ہوگی۔ اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ مختصر یہ کہ **ہر وہ کلام جس سے عرف ومحاورے میں توہین کے معانی سمجھے جاتے ہیں وہ توہین ہی قرار پائے گی خواہ اس میں ہزارہا تاویلات ہی کیوں نہ کی جائیں سب بے سود** ہوں گی کیونکہ عرف اور محاورے کی صریح زبان کو تاویل وتوجیہہ کے قالب میں ڈھالنا سرے سے معتبر ہی نہیں۔ (تحفظ ناموس رسالت ص 292)

جب کسی شخص کے جملوں کا بے ادبی اور گستاخی پر محمول ہونا عرف اور محاورے پر ہے اور ارادہ ونیت اور قرائن حال کی بھی کوئی حیثیت نہیں اور کلام کے مفہوم توہین میں تاویل وتوجیہہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں تو سلمان تاثیر کی گفتگو اور اس کے کردار سے عرفاً ہی توہین اور گستاخی سمجھا گیا تھا۔ اسی باعث کروڑوں لوگ 31 دسمبر 2010ء کو ہڑتال اور احتجاج کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے تھے۔۔۔۔ علماء نے اس خلاف

بیانات دیئے۔۔۔۔بعدازاں اس پہ کفر وارتداد کا فتویٰ دیا۔۔۔۔اور عرف و محاورے میں اس کی گستاخی اتنی عیاں تھی کہ اس کے مرنے پر عام لوگوں نے سڑکوں پر بھنگڑے ڈالے۔۔۔مٹھائیاں بانٹیں۔۔۔۔خوشی کی ریلیاں نکالیں۔لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا گورنر کے بولے گئے لفظوں کو **''اچھے معنی''** کی تاویل و توجیہہ کے قالب میں ڈھالنا اپنی تحریر کی روشنی میں کب معتبر ہوسکتا ہے؟

گورنر کے قانونِ توہین رسالت کو ظالمانہ، خلافِ انسانیت اور کالا قانون کہنے کے بعد اس کو بچانے کے لئے تاویلات باطلہ کا سہارا از خود باطل ہے۔اس کو ایک مثال سے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی کاغذ پر محمد رسول اللہ ﷺ یا انگریزی میں اس کا ترجمہ لکھتا ہے اگر اس لکھے ہوئے کو پڑھ کر ایک شخص یہ کہہ دے کہ میں اسے نہیں مانتا۔۔۔یہ لکھا ہوا میرے جوتے کی نوک پر۔۔۔یا کہتا ہے کہ یہ۔۔۔ BLACK Wording ہے تو ایسا شخص یقیناً کافر ہو جائے گا۔اب اس شخص کی یہ تاویل کہ میں نے اس تحریر کو تو اس لئے اسے بُرا کہا تھا کہ وہ زید نے لکھا تھا اور زید کی تحریر تھی۔کیا قابل قبول ہوگی؟ جب یقیناً نہیں تو!!! پھر توہین رسالت کا قانون قرآن و سنت کا حکم ہے۔اس قانون کے تحت دی جانے والی سزا عین منشاء الٰہی ومنشاء رسالت ہے۔بے شک یہ ضیاء الحق نے لکھا یا نواز شریف نے،اس کی توہین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت کی توہین ہے اور ''ضیاء الحق کے قانون'' یا ''نواز شریف کے قانون'' کی تاویل یہاں کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔

اگر ڈاکٹر صاحب کو ہماری بات سے اتفاق نہ ہو تو پھر میرا ان سے ایک سوال ہے کہ پاکستان کے آئین میں موجود ہے کہ ''نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا منکر کافر ہے'' اور مرزائی وقادیانی اور ہر وہ شخص جو کسی بھی معنی کے لحاظ سے حضور ﷺ کے بعد کسی کے

لئے نبوت کو ثابت کرے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ پاکستان کے آئین میں اس شق کا اضافہ 1974ء میں بھٹو دور حکومت میں ہوا جبکہ حقیقت میں یہ قرآن و سنت کا فیصلہ ہے۔ اور اس پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

اب ایک شخص آئین کی اس شق کے بارے میں کہے کہ میں اسے نہیں مانتا یہ ظالمانہ شق ہے، یہ بنیادی انسانی حقوق کے خلاف ہے اور میں اس خلاف انسانیت شق کو اسلئے تسلیم نہیں کرتا کہ یہ بھٹو کا بنایا ہوا قانون ہے تو کیا اس کی یہ تاویل ڈاکٹر صاحب اور ان کے متبعین کو قابل قبول ہے؟ حالانکہ آن دی ریکارڈ ڈاکٹر صاحب کے خطابات ہمارے پاس موجود ہیں جن میں وہ کئی بار کہہ چکے ہیں کہ جو شخص حضور کی ختم نبوت کے منکر کو کافر نہ مانے وہ خود کافر ہے اور اس طرح کے جملے ''منہاج القرآن'' سے شائع ہونے والے کئی ایک رسائل میں بھی موجود ہیں۔ جس طرح ''**ختم نبوت کا منکر کافر ہے**'' قرآن وسنت کا قانون ہے گو کہ بھٹو دور میں آئین پاکستان کا حصہ بنا اسی طرح ''**گستاخ رسول کی سزاء موت ہے**'' یہ بھی قرآن وسنت کا قانون ہے اگرچہ ضیاء الحق دور اور بعد ازاں نواز شریف دور میں آئین پاکستان کا حصہ بنا۔ جس طرح ختم نبوت کے قانون کے خلاف بات قرآن وسنت کے خلاف بات ہے اسی طرح اس قانون کا مذاق اڑانا بھی قرآن وسنت کے قوانین کا مذاق اڑانا ہے اور ایسا کرنا کفر وارتداد ہے۔

گورنر کی حمایت میں کی گئی تمام تاویلیں بیکار و بے سود ہیں:

شریعت مصطفیٰ ﷺ کے قانون کو کالا، ظالمانہ، خلاف انسانیت کہنا یہ دراصل صاحب شریعت کی توہین بنتی ہے کسی بھی توہین آمیز لفظ کے بولے جانے کے بعد چاہے وہ شریعت کے قانون کے خلاف بولا جائے یا پھر خود صاحب شریعت کے

خلاف بندہ گستاخ ٹھہرتا ہے اور اسے بچانے کے لئے کوئی تاویل نہیں چل سکتی بلکہ وہ واجب القتل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کی کتاب کا ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے، آپ لکھتے ہیں:

> اس ساری بحث کا خلاصہ کلام یہ ہوا جب کسی بھی فرد نے **شان رسالت مآب اور شعائر دین کی نسبت** توہین آمیز کلمات کہے اور یہ مذموم فعل کرنے کے بعد یہ کہہ دے کہ میں نے یہ الفاظ **بدنیتی کے ارادے سے نہیں کہے بلکہ یہ اتفاقاً صادر ہو گئے** ہیں تو اس کے جواب کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی اس لئے کہ اگر کسی نے بغیر ارادے کے بھی حضور ﷺ کی اہانت و تنقیص کی اور وہ اگرچہ صراحتاً نہ تھی بلکہ اجمالاً تھی اور اس میں تحقیر و توہین کا **وہم شائبہ** پایا جاتا تھا تو اس ذرا سی گستاخی و بے ادبی پر بھی اس کے کافر اور واجب القتل ہونے کا ائمہ وفقہاء نے فتویٰ دیا ہے۔ غرضیکہ کوئی بھی فرد دانستہ یا غیر دانستہ طور پر گستاخی و اہانت رسول کے جرم کا ارتکاب کرے تو اس کے لئے شریعت نے واجب القتل ہونے کی سزا مقرر کی ہے۔ (تحفظ ناموسِ رسالت ص108)

آنجناب کی کتاب کے اس اقتباس سے ان کی سلمان تاثیر کے حق میں کی گئی تمام وضاحتیں اور تاویلیں بے سود ہو جاتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی اس تحریر سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام کی توہین کے ساتھ ساتھ شعائر دین و شریعت اسلامیہ کی توہین سے بھی بندہ واجب القتل ہو جاتا ہے نیز ذرا سی گستاخی کا وہم ہی بندے کو گستاخ ڈکلیر کرنے کے لئے کافی ہے اور اگرچہ گستاخی کے لفظ صریح نہ بھی ہوں اور بولنے والے کی نیت گستاخی کی نہ بھی ہو بلکہ محض اتفاقیہ بے ادبی کے لفظ نکل گئے ہوں دانستہ یا غیر دانستہ بہر حال بندہ واجب **القتل** ہو جاتا ہے۔ جہاں اتفاقیہ نبی علیہ السلام یا شریعت کے خلاف توہین آمیز جملے کہہ دیئے جائیں وہاں گستاخی ثابت ہو جاتی ہے تو جہاں

ایک آدمی علی الاعلان بار بار گستاخی کے جملے بولتا ہے اور اس کے اس کلام پر اسے متنبہ بھی کیا جاتا ہے اس کے باوجود وہ باز نہیں آتا بلکہ بار بار "التزام" کرتا ہے تو ایسے شخص کے مرتد ہونے میں آخر کیا شک رہ جاتا ہے؟ اور پھر ڈاکٹر صاحب خدا کا خوف کریں ظالمانہ قانون، کالا قانون، خلاف انسانیت سزا، اس دور میں اس طرح کا قانون نہیں چل سکتا کے جملے بولنا کیا یہ کھلم کھلا شریعت کی توہین نہیں ہے؟

اور پھر جب موصوف خود لکھ رہے ہیں کہ توہین آمیز جملے کہنے کے بعد کسی شخص کا یہ کہنا کہ میں نے یہ الفاظ بد نیتی کے ارادے سے نہیں کہے بلکہ یہ اتفاقاً صادر ہو گئے ہیں تو اس کے اس عذر کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی، تو پھر گورنر کے JC یونیورسٹی لاہور میں پیش کیئے گئے عذر گناہ کو کس طرح قبول کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ اسی عذر گناہ کو ڈاکٹر صاحب نے گورنر کے بچاؤ کی دلیل بنایا ہے اور پھر یہ بات بھی علم میں ہونی چاہیئے کہ JC یونیورسٹی میں کیا گیا "شو" گورنر کے قتل ہونے کے بعد ایکسپریس نیوز چینل پر "آن ائر" کیا گیا تھا۔ لہٰذا بصورت تسلیم بھی گورنر کے فتویٰ ارتداد پر علماء کی بے احتیاطی کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اس مسئلے کو بالکل واضح کرنے کیلئے ڈاکٹر صاحب کی کتاب کا یہ پیرہ بھی لائق توجہ ہے آپ لکھتے ہیں:

> یہ بات متحقق ہوگئی کہ ایسا لفظ جو کسی طبقے کے ہاں صحیح اور درست معنیٰ رکھتا ہو مگر دوسرے طبقے کے ہاں تنقیص و تحقیر اور تضحیک و اہانت کے معنیٰ میں استعمال ہو تو اسے شانِ رسالت کے معنیٰ میں استعمال ہو تو اسے شانِ رسالت مآب میں استعمال کرنا نا صرف بے ادبی و گستاخی ہے بلکہ کلیتاً اس کا استعمال ہی حرام ہے اور اس کا ارتکاب کفر و گمراہی کا باعث ہے۔
>
> (تحفظ ناموس رسالت ص 102)

ایسا کلمہ جس کا ایک معنیٰ توہین کا ہو اس کا بولنا توہین کے زمرے میں آتا ہے تو

جس لفظ کی ''وضع'' ہی تحقیر و تنقیص کے لئے ہو اس کا بولنا توہین کیوں نہیں ہوگا؟

تقریر و تحریر میں کھلا تضاد:

ڈاکٹر صاحب اپنے جوابی خطاب میں اس موضوع پر کہ کون سے لفظوں سے گستاخی ثابت ہوتی ہے اور کون سے لفظوں سے نہیں ہوتی پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کسی لفظ میں کسی سمت بھی اگر احتمال آ جائے، قول ظاہر میں تب بھی حکم کفر رفع ہو جاتا ہے اور قصد و نیت میں احتمال ہو جائے تب بھی حکم کفر رفع ہو جاتا ہے۔ کفر اور گستاخی تب بنتی ہے جب کفریہ قول بھی **صریح اور قطعی ہو اور قصد اور ارادہ** بھی کفر پر صریح اور قطعی ہو۔۔۔۔ شریعت کا حکم قول ظاہر پر ہے نیت میں بیشک اسکے کوئی اور شئی ہو۔۔۔۔ اور کلام میں صراحت ہو اور دلالت میں قطعیت ہو۔۔۔ اور غیر کفر کا احتمال نہ ہو، نہ کلام ظاہر میں، نہ نیت میں غیر کفر کا احتمال ہو (تب گستاخی بنتی ہے) (وضاحتی خطاب)

قارئین! گذشتہ صفحات میں آپ نے ڈاکٹر صاحب کے **''دعویٰ مجددیت''** سے پہلے کا نظریہ ملاحظہ فرمالیا ہے کہ آنجناب کے ہاں محض، اشارۃ، کنایۃ، اتفاقیہ، بلانیت توہین محض توہین کے وہم و شائبہ والا لفظ بھی شان حضور ﷺ میں بولا جائے تو بھی گستاخی ثابت ہو جاتی ہے اب آپ نے ڈاکٹر صاحب کے **''دعویٰ مجددیت'' ''بین المذاہب کانفرنس''** کے بعد کا نظریہ ملاحظہ فرمالیا، روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جناب کا نظریہ و عقیدہ بالکل بدل چکا ہے۔

گذشتہ صفحات میں آپ ڈاکٹر صاحب کی تصنیف کے اقتباسات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ قول اور تحریر میں کھلا تضاد ہے۔ اور یہ تضاد کسی سیاسی لین دین یا کسی اور دنیاوی معاملے میں نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی **ناموس** کے معاملے میں ہے، آپ کی **حرمت** کے معاملے میں ہے، **ایمان** اور **کفر** کے معاملے میں ہے۔ ہم یہ سوال

پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی حرمت و ناموس کے معاملے میں آخر یہ کھلا تضاد کیوں؟ آپ کی تحریر کو درست سمجھا جائے یا تقریر کو؟ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔اور پھر حیرت ہے کہ ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ جہاں لفظ صریح اور قطعی ہو وہاں نیت و ارادے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اور موصوف بھی اپنی کتاب میں جگہ جگہ لکھ چکے ہیں کہ جہاں صراحت ہو وہاں کسی نیت و ارادے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ۔۔۔تو اب یہ اصول وضع کرنا۔۔۔کہ لفظ صریح اور قطعی ہو اور ارادہ و نیت بھی کفر پر صریح و قطعی ہو تب گستاخی ثابت ہوتی ہے۔۔۔کیا مضحکہ خیز نہیں ہے؟ لفظ صریح تو ہوتا ہی وہ ہے جہاں مفہوم ظاہر ہو اور کسی نیت یا ارادے کی حاجت نہ ہو۔۔۔اس واضح تضاد کو ہم کیا نام دیں؟۔۔مسئلہ ناموسِ رسالت میں ٹھوکر۔۔۔یا۔۔؟

دیانت کا خون:

ڈاکٹر صاحب نے گورنر کا دفاع کرتے کرتے دیانت کا خون کیا ہے اور صرف ایک ملعون شخص کا دفاع کرتے کرتے جناب نے اپنے مقام و منصب سے اتنا تنزل کیا ہے کہ اس کو اگر حقیقی نام دیا جائے تو ''منہاجین'' کی دل آزاری ہوگی، جو کہ میرا مقصود نہیں ہے۔

آنجناب نے سلمان تاثیر کے انٹرویو کے الفاظ کو ذکر کرتے ہوئے انتہا درجے کی خیانت کی ہے حالانکہ وہ اپنے خطاب کے ابتداء میں یہ اعلان کر چکے تھے کہ میں سلمان تاثیر کے انٹرویوز اور اس کی سٹیٹمنٹ کو دیانت داری سے پڑھوں گا اگر ایسا نہ کروں تو جہنم کا کتا ہو جاؤں۔ لیکن افسوس کہ جب گورنر کے انٹرویوز اور سٹیٹمنٹس کو آپ نے اپنے خطاب کے دوران پڑھا تو صرف اس کی وہ باتیں پیش کیں کہ جن میں

اس کا بچاؤ آ سکتا تھا۔ اس کی صریح گستاخی کی باتیں اور گستاخانہ انداز یکسر چھوڑ دیا گیا اور پھر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے کہا کہ "**اس کے تمام انٹرویوز میں صرف اس طرح کی باتیں ہیں اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں**۔" میں تو سوچ رہا ہوں کہ خداوندا۔۔۔!!! اگر "بزرگوں" کی بے احتیاطی کا یہ حال ہے تو پھر "چھوٹوں" کا کیا حال ہوگا۔ ایمان وکفر کے معاملات اور حضور ﷺ کی ناموس وحرمت کے معاملے پر یہ طرز فکر وعمل۔۔۔۔۔۔۔؟ آخر میں اسے کیا نام دوں۔۔۔۔؟

خداوندا تیرے سادہ لوح بندے کدھر جائیں۔

گورنر کے کفر وارتداد کی تیسری وجہ:

گورنر کے کفر وارتداد کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گورنر کے بیانات کو پڑھنے اور اس کے انٹرویوز کو سننے کے بعد ایک ادنیٰ سا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس نے بار بار شریعت کا "**استخفاف**" کیا ہے چنانچہ شیخوپورہ جیل میں پریس کانفرنس میں گورنر نے بار بار کہا:

☆ قائداعظم کے پاکستان میں ایسا قانون نہیں ہوسکتا۔۔۔

☆ **ڈان نیوز** کے پروگرام میں کہا کہ: یہ جو قانون ہے اور جو اس کے اثرات ہیں ایسے ماحول میں (ملک میں) اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

اپنے ایک انٹرویو میں گورنر نے کہا: دیکھیں یہ جو قانون (توہین رسالت) ہے تو دیکھیں ہم یورپی کمیونٹی کے آگے درخواست کر رہے ہیں۔۔۔ اور وہ لوگ انسانی حقوق کو بھی دیکھتے ہیں۔۔۔ پھر ہم 2014ء میں کمپلیٹ ممبر شب کیلئے اور اکنامک انٹری کے لئے (یورپی مارکیٹ میں جا رہے ہیں) اس قانون کے باعث وہ لوگ نظر ثانی کر رہے ہیں۔ **لہٰذا اس طرح کے قوانین پاکستان کیلئے اچھے ثابت نہیں ہوں گے**۔

☆BBC کوانٹرویو دیتے ہوئے گورنر نے کہا! میں یہ کہہ دوں یہ جو عاصیہ بی بی کے ساتھ ہوا اس وقت ہم لوگ یورپی مارکیٹ میں انٹری کی کوشش کررہے ہیں جو ہماری ٹیکسٹائل کی انٹری ہے ابھی 30 تاریخ کو ہماری WTO کی میٹنگ ہے وہاں **بھی اس (قانون) کا اثر پڑے گا۔** اس کے علاوہ۔۔۔۔ گورنر کے CNN، مرزائی چینل، ایکسپریس، نیوز، جیو نیوز، سما نیوز، CNBC اور دیگر مغربی ذرائع ابلاغ کو دیئے گئے انٹرویوز کو بغور سنیں۔ گورنر نے جگہ جگہ کہا ہے کہ اس طرح کے قوانین نہیں چلیں گے۔

گورنر کے اس طرح کے جملوں سے واضح طور پر ثابت ہورہا ہے کہ قرآن وسنت کے قوانین موجودہ دور میں ترقی کی راہ میں حائل ہیں اور ان قوانین کے ہوتے ہوئے زندگی گذارنا مشکل ہے اور گورنر اپنی گفتگو سے اسلامی قوانین کو عالمی، وضعی قوانین کے مقابلے میں ناقص قرار دے رہا ہے۔ اور یہ سراسر **"استخفاف شریعت"** ہے اور استخفاف شریعت کے کفر ہونے میں بھلا کس عقلمند کو کلام ہوسکتا ہے امام آلوسی رحمہ اللہ سورۃ مجادلہ کی آیت نمبر 4 کے تحت بادشاہوں اور ارباب اقتدار کے اپنے بنائے ہوئے ایسے قوانین جو شریعت اسلامیہ کے قوانین سے ٹکرا جائیں کو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت قرار دیتے ہوئے شرعی قوانین کے مقابلے میں وضعی قوانین کی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لا شک فی کفر من یستحسن القانون و یفضله علی الشرع ویقول : هو اوفق بالحکمة و اصلح للامة ویتمیز غیظا و یقتصف غضبا اذا قیل له' فی امر : امر الشرع فیه کذا کما شاهدنا ذالک فی بعض من خذلهم الله

(روح المعانی جلد28زیر آیت مذکور)

اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے جو اس (وضعی) قانون کو شریعت کے

مقابلے میں افضل اور مستحسن قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ قانون زیادہ حکیمانہ اور لوگوں کے لئے زیادہ مناسب وموزوں ہے اور جب کسی معاملہ میں اس کو کہا جائے کہ شریعت کا حکم تو اس بارے میں یہ ہے تو اس پر وہ غصے میں بھڑک اٹھتا ہے جیسا کہ ہم نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ جن پر اللہ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے۔

یہ شریعت مطہرہ کا مسلمہ قانون ہے کہ اگر کوئی شخص نبی علیہ السلام کی سنت مطہرہ کی بابت استخفاف کا کلمہ کہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

امام ابن نجیم فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" وفی البزازیة قیل قلم الاظفار سنة فقال لا افعل وان کان سنة کفر "

(فتح الغفار ص253)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے ایک شخص سے کہا گیا کہ ناخن کاٹنا سنت ہے تو اس نے کہا کہ میں نہیں کاٹوں گا اگرچہ یہ سنت ہے تو ایسا کہنے والا شخص کافر ہو جائے گا۔

غور فرمائیں! سنت کا کہہ کر یہ کہنا کہ میں ایسا نہ کروں گا یہ سنت کا استخفاف ہے لہذا ایسا بندہ کافر ہو جائے گا تو جو شخص صراحتاً کہے کہ آج کے دور میں اس طرح کا قانون نہیں چلے گا تو یہ استخفاف شریعت اور کفر کیوں نہیں ہے؟

مشہور کتاب " محیط برھانی " میں علامہ امام محمود بن احمد بن عمر برہان الدین فرماتے ہیں:

" رجل قال لآخر کلما کان یاکل رسول اللہ ﷺ کان یلحس اصابعه الثلاث ، فقال ذالک الرجل (نعوذ باللہ) این بے ادبی است ، فهذا کفر رجل قال لآخر احلق رأسک وقلم اظفارک فان هذا سنة رسول اللہ ﷺ فقال ذالک الرجل لا افعل فی سنة معروفة و ثبوتها بالتواتر کالسواک وغیره "

(المحیط البرهانی 408/7)

ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ کھانا تناول فرمایا کرتے تھے تو

اپنی تینوں مبارک انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے اس پر اس شخص نے کہا (نعوذ باللہ) یہ خلاف تہذیب ہے تو یہ اس شخص کا کفر ہے۔ اسی طرح ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اپنا سر منڈ والیا کر یا ناخن کٹوایا کر کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور اس پر دوسرے شخص نے کہا اگر چہ یہ سنت ہو میں یہ کام نہیں کروں گا تو یہ بھی کفر ہے اسلئے کہ اس نے یہ بات سنت مطہرہ کے انکار و ردّ کے طور پر کہی اسی طرح سرکارِ دو عالم ﷺ کی تمام سنتوں میں ہے خصوصاً جو معروف سنتیں ہیں اور جن کا ثبوت تواتر سے ہے جیسے مسواک وغیرہ۔

اسی طرح کی بے شمار فقہی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر سنت کا استخفاف ہو یا اس کا سنت جانتے ہوئے انکار ورد تو یہ کفر ہے۔ تو یاد رہے کہ ناموس رسالت کا قانون قرآن وسنت کا قانون ہے اس کا رد استخفاف کفر کیوں نہ ہوگا؟

گورنر کے کفر کی چوتھی وجہ:

اس کے علاوہ سلمان تاثیر کے کفر کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے بھی خلاف تھا: اور مختلف مقامات پر گورنر کے انٹرویوز اور مصروفیات پر غور وفکر کیا جائے تو وہ قادیانیوں کو مسلمان سمجھتا تھا۔ چنانچہ لاہور میں قادیانیوں کے مذہبی سینٹر پر دہشت گردی کا حملہ ہوا تو گورنر نے 28-5-10 کو احمدیوں سے ان کے سینٹر میں جا کر تعزیت کی۔ اس دوران پاکستان میں قادیانیوں کے سربراہ نے گورنر سے کہا: کہ یہ جو پرسوں کا واقعہ ہوا ہے یہ اس نفرت کی مہم کا نتیجہ ہے جو مہم 74 سے ہمارے خلاف جاری ہے۔ آپ پی پی کے اہم رکن ہیں اس وقت pp کی حکومت ہے اس لئے جو غلطیاں پیچھے ہو چکی ہیں ان کو دور کرنے کے لئے بھی آپ کو سٹیپس اٹھانے چاہیں۔ گورنر نے انہیں یقین دلاتے ہوئے کہا کہ میں آپ کی باتیں سن چکا ہوں اور میں نے نوٹ کر لی ہیں۔ آخر میں سنٹر سے باہر نکلتے

ہوئے سلمان تاثیر نے پوچھا کہ 74 کی مہم سے آپ کی کیا مراد ہے؟ تو قادیانی رہنما نے کہا کہ اس سے ہماری مراد سیکنڈ امینمنٹ اور توہین رسالت کے قوانین ہیں اور 74 کی ترمیم یہ چیزیں جب تک ختم نہ ہوں گی تب تک یہ سلسلہ ختم نہ ہوگا۔

اس کے بعد سماء TV کو انٹرویو دیتے ہوئے گورنر نے کہا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دینے والا قانون بھی انسانی قانون ہے خدا کا قانون نہیں ہے اس میں بھی اگر اسمبلی چاہے تو ترمیم ہوسکتی ہے۔ علاوہ ازیں سلمان تاثیر نے اپنی کتاب BHATTO A POLITICAL BAYOLI BAIOGRAPHY میں قادیانیوں کیلئے A QUASI ISLAMIC SECT شبہ الفرق الاسلامی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنی ایک اسلامی فرقہ اور اس پر مستزاد یہ کہ گورنر کی بیٹی نے انڈیا کے ٹی وی چینل ND TV کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ **میرے والد احمدیوں کو کافر قرار دینے والی قانونی شق کے بھی خلاف تھے۔**

ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ ختم نبوت کا منکر کافر ہے اور یہ بات 1974ء میں پاکستان کے آئین کا حصہ بنی جس کے مطابق احمدیوں، قادیانیوں کو کافر قرار دیا گیا۔ اس قانونی شق میں ترمیم یا اس کے ساتھ اختلاف سے مراد ختم نبوت کے منکروں کے کفر کا انکار ہے اور خود ڈاکٹر صاحب اور ان کے متبعین بھی اس سلسلے میں تسلیم کرتے ہیں کہ ختم نبوت کے منکر کے کفر کا انکار از خود کفر ہے اور اس بات پر قادری صاحب کے درجنوں بیانات ہمارے پاس موجود ہیں۔

سلمان تاثیر کے کفر کی پانچویں وجہ:

سلمان تاثیر کے کفر پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کے بیٹے آتش تاثیر نے

اپنے باپ کے کیریکٹر کو اپنی کتاب ''STRANGER TO HISTORY''
کے صفحہ نمبر 21 اور 22 پر ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

MY Father who drank scotch every evening, never fasted or Praryed even ate pork and once said , it was only when i was in Jail and all they gave me to read was Quran and read it back to front several times. That i realized there was nothing in it for me.

ترجمہ: میرا والد ہر شام شراب پیتا ہے، اس نے روزہ کبھی نہیں رکھا تھا اور نہ ہی کبھی نماز پڑھی یہاں تک کہ خنزیر کھاتا تھا ایک دن اس نے کہا ایک دفعہ جب وہ جیل میں تھا تو انہوں نے مجھے قرآن مجید پڑھنے کے لئے دیا میں نے بہت دفعہ اس کو آخر سے شروع کی طرف پڑھا لیکن مجھے اس میں کچھ نظر نہ آیا اور اس میں نے محسوس کیا کہ اس میں میرے کام کی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔

اگر گورنر کے بارے میں اس کے اپنے ہی بیٹے کی گواہی تسلیم کر لی جائے تو یہ باتیں کہ ''**قرآن میں میرے لئے کچھ نہیں ہے**'' قرآن پاک کا استخفاف اور توہین ہے اور اس کی یہ باتیں کفریہ ہیں۔

گو کہ ڈاکٹر صاحب کے لئے گورنر کی یہ باتیں بھی گرانی کا باعث نہ ہوں گی پھر بھی ہم جناب کو بتا رہے ہیں کہ غور فرمائیں آنجناب کیسے شخص کی حمایت پر کمر بستہ ہیں اور وہ تحریک جس کی بنیاد عشق رسول کے نعرے پر رکھی گئی تھی آج اس کے اسکالرز اور متعلقین ملک کے طول و عرض میں سلمان تاثیر کا دفاع کر رہے ہیں اور درس ''عرفان القرآن'' کی نشستیں گستاخوں کی حمایت میں سجائی جا رہی ہیں اور گورنر کے

دفاع کے ضمن میں منہاج القرآن کے فضلاء دبے لفظوں میں ملعونہ عاصیہ کی حمایت بھی کررہے ہیں اور فقہ حنفی کے راجح اور مرجوح قول اور ڈاکٹر صاحب کے لفظوں کے ہیر پھیر کے معاملے میں قاضی عیاض مالکی کی عبارات کے غلط مفاہیم کو بیان کرتے ہوئے عوام کے ذہنوں میں قانون انسداد توہین رسالت 295C کے خلاف بھی شکوک وشبہات کے بیج بو رہے ہیں۔۔۔۔کیا یہی درسِ عشق رسول ہے؟

گورنر کے کفر کی چھٹی وجہ:

مقتول گورنر سلمان تاثیر نے اس کی غیر شرعی حرکتوں سے اسے آگاہ کرنے والے علماء کی کھلی توہین کی اور کہا کہ **میں انہیں جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں** اس سلسلے میں عرض ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے گورنر کو بچانے کی خاطر انتہائی علمی خیانتوں سے بھی اجتناب نہیں کیا اور کئی کھلے" **اکاذیب**" بھی ان کے نامہ اعمال کا حصہ بنے اگر موصوف راجح اور مرجوع اور محکم وخفی ومشکل کے فرق کو ترک فرما کر صرف ظاہر عبارات پر زور دے کر 12 گھنٹے صرف کر سکتے ہیں تو آنجناب سے گذارش ہے کہ آپ ان عبارات پر بھی ذرا نظر ڈالیں یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ چنانچہ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں:

من قال للعالم عویلم او لعلوی علیوی (بالتصغیر) قاصدا به الاستخفاف کفر

جس شخص نے عالم دین کی توہین کرتے ہوئے **عویلم تصغیر** کے صیغے کے ساتھ کہا یا علوی کو علیوی کہا تو اس نے کفر کیا۔ (منح الروض ص 47 طبع کراچی از ملا علی قاری رحمہ اللہ)

یونہی **مجمع الانهر فی شرح ملتقی الابحر** میں ہے:

من قال للعالم عویلم او لعلوی علیوی قاصدا به الاستخفاف کفر

جس شخص نے عالم دین کی توہین کرتے ہوئے عویلم تصغیر کے صیغے کے ساتھ کہا یا علوی کو علیوی کہا تو اس نے کفر کیا۔ (مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر ج4ص420)

الدرر السنیۃ میں ہے: قول القائل فُقیہ او عویلم او مطیویع ونحو ذلک فاذا کان قصد القائل الھزل او الاستھزاء بالفقہ أو العلم أو الطاعۃ فھذا کفر أیضا ینقل عن الملۃ فیستتاب فان تاب والا قتل مرتدا

کسی کہنے والے کا فقیہ عالم اور عبادت گذار کے لئے تصغیر کے صیغے کے ساتھ، فُقیہ یا عویلم یا مطیویع اور اسی طرح کے لفظ بولنا اگر قائل کا ارادہ ھزل واستہزاء کا ہو فقہ کے ساتھ یا علم کے ساتھ یا اطاعت کے ساتھ تو ایسا کہنا بھی کفر ہے۔ ایسا کہنے والا ملت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے پس اس سے توبہ طلب کی جائے گی اگر اس نے توبہ کی تو درست وگرنہ مرتد مارا جائے گا۔

غور فرمائیں! جب ایک عالم دین کی دینی معاملے کے باعث توہین کرتے ہوئے تصغیر کا صیغہ بولنا توہین ہے تو لاکھوں علماء کو محض اس لئے جوتے کی نوک پر رکھنا کہ انہوں نے قرآن وسنت کی بات کی یہ کفر کیوں نہ ہوگا؟

شدید ترین علمی خیانت:

ڈاکٹر صاحب کی اپنے انٹرویو کی وضاحت کے لئے کی گئی گفتگو میں کئی مقامات پر واضح **تضادات** بھی ہیں اور متعدد مقامات پر ان کی شدید **علمی خیانتیں** بھی۔ ممکن ہے کہ اس میں ڈاکٹر صاحب کی عدم توجہ بھی شامل ہو تاہم ظاہری حالات بتا رہے ہیں کہ موصوف نے اپنے مقصد کی خاطر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے مطلب کی عبارات تو پڑھ ڈالیں مگر جو عبارات آپ کے مقصد کے خلاف تھیں یا جس عبارت میں ان کی پوری تقریر کا جواب تھا اس عبارت کو درمیان سے ترک فرما دیا۔

ایک جگہ حضرت نے شفاء شریف کی عبارت پڑھی۔

ان یاتی من الکلام بمجمل یلفظ من القول بمشکل یمکن حمله علی النبی ﷺ وعلی غیرہ او یتردد فی المراد به من سلامته منا لمکروہ او شرہ فههنا متردالنظر وحیرۃ العبد ومظنة اختلاف المجتهدین ووقفة استبراء المقلدین لیهلک من هلک عن بینة ویحی من حی عن بینة

یعنی اگر کوئی شخص کوئی مجمل کلام کرے یا کوئی مشکل لفظ بولے کہ اسکے کلام کو ایک وقت میں نبی علیہ السلام یا کسی اور پر محمول کرنا ممکن ہو یا اس کلام کی مراد میں تردد ہو یہی وہ مقام ہوتا ہے جہاں پر مجتہدین متردد ہو جاتے ہیں اور اس جگہ پر مجتہدین کا اختلاف ہوتا ہے اور ان مجتہدینؒ کے مقلدین کیلئے توقف کرنا لازم ہے تا کہ جس شخص کو قتل کیا جائے وہ دلیل کی بنیاد پر قتل ہو اور جسے زندہ چھوڑا جائے وہ بھی کسی دلیل کی بنیاد پر زندہ رہے۔

اس کے متصل بعد کی عبارت کو ڈاکٹر صاحب ترک فرما گئے:

فمنهم من غلب حرمة النبی ﷺ وحمی خمی عرضه فجسر علی القتل ومنهم من عظم حرمة الدم ودر الحد بالشبهة لاحتمال القول وقتل المؤمن من الموبقات

(شفاء شریف طبع بیروت جلد2ص223)

پس ان مجتہدین میں سے بعض وہ ہیں جو نبی علیہ السلام کی ناموس وحرمت کو غالب کرتے ہیں اور آپ کی عزت وناموس کی حفاظت کرتے ہیں تو وہ ایسے (نبی علیہ السلام پر ذو معنی لفظ بولنے والے) کے قتل کا اقدام کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو انسانی خون کی حرمت کی تعظیم کرتے ہیں وہ قتل کا اقدام نہیں کرتے اور حد کو شبہ اور قائل کے قول کے احتمال کے باعث ساقط کر دیتے ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ مومن کا قتل مہلکات میں سے ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی پوری تقریر ان کی اپنی کتاب تحفظ ناموسِ رسالت اور ان کے وفاقی شرعی عدالت میں پیش کئے گئے مقالے کا صریح رد ہے جبکہ ان کی ابتدائی

تقریر کا جواب اس متروکہ عبارت میں موجود ہے ''یعنی وہ لوگ کہ جن پر حرمت رسول اور ناموس رسالت کی حفاظت کا جذبہ غالب ہے وہ حضور ﷺ کے خلاف بولے گئے کسی ذو معنی لفظ کی تاویلوں کے چکر میں نہیں پڑتے بلکہ ان کے نزدیک یہ تاویلیں فاسد ہیں اور ایسا شخص جو نبی علیہ السلام کی شان میں ایسا ذو معنی لفظ بولے کہ جس سے بے ادبی وگستاخی مفہوم ہوتی ہو تو وہ قتل کر دیا جائے گا۔ جناب کے جذبات بھی ''ویمبلے کانفرنس'' سے قبل انہی لوگوں میں سے تھے تب ہی تو آپ نے عدالت میں جمع کروائے ہوئے مقالے میں کہا تھا:

> کہ گستاخِ رسول کے ارادے یا نیت کو دیکھے بغیر اسے موقع پر ہی قتل کر دیا جائے گا۔ (ناموس رسالت اور قانون توہین رسالت 165، از اسماعیل قریشی)

کیا ڈاکٹر صاحب اور ان کے متبعین میں سے کوئی شخص یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ آنجناب نے مذکورہ عبارت شفاء کو کیوں ترک فرمایا؟؟؟

بلا کئے کے دعوے ۔۔۔ کیا یہ علماء کی شان ہے؟

ڈاکٹر صاحب نے اپنی گفتگو میں بار بار یہ کہا کہ پاکستان میں موجود قانون 295C صرف اور صرف میں نے بنایا ہے اور میری کوششوں سے بنا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے صرف اور صرف کا حصر کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس قانون کے بنانے میں کسی اور فرد کا کردار یا حصہ نہیں۔ جبکہ ڈاکٹر صاحب کا یہ دعویٰ بالکل خلافِ واقع ہے۔ اگر جناب کی جگہ کوئی اور شخص ہوتا تو اس کے اس طرح کے دعوے کو بہت بڑی کذب بیانی قرار دیا جاتا۔ لیکن چونکہ میرا مقصود کسی کی دل آزاری نہیں ہے اس لئے میں نے ''خلافِ واقع'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اگر سو دو سو سال پرانا کوئی قصہ ہوتا تو م جناب کا ''خلافِ واقع کا دعویٰ'' شاید چل جاتا لیکن معاملہ یہ ہے کہ ابھی وہ لوگ اکثریت سے زندہ موجود ہیں کہ جنہوں نے اس قانون کو بنانے میں

اہم کردار ادا کیا ہے اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ قومی اسمبلی اور عدالت کا ریکارڈ بھی موجود ہے جس کی موجودگی میں خلافِ واقع کا دعوی محض بے سود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس شق کو مختلف مراحل میں قانون کا حصہ بنانے کی خاطر متعدد لوگوں کے نام بولتے ہیں۔ ریکارڈ کے مطابق قومی اسمبلی میں توہین رسالت کا بل آپا نثار فاطمہ MNA نے پیش کیا۔ اور اس بل کو مشہور وکیل جناب محمد اسماعیل قریشی صاحب نے محنت شاقہ سے تیار کیا تھا۔ قریشی صاحب نے وفاقی شرعی عدالت میں اولاً پٹیشن دائر کی اور بعد ازاں قومی اسمبلی میں بل پاس ہونے کے بعد اس میں عمر قید کی سزا کو حذف کروایا تب **گستاخ رسول کی سزا صرف اور صرف سزائے موت** کا قانون آئین پاکستان کا حصہ بنا۔ اسماعیل قریشی صاحب کو بہت سے وکلاء و علماء کا تعاون حاصل تھا ان متعدد علماء میں سے مفتی محمد حسین نعیمی، مفتی غلام سرور قادری، مولانا عبدالستار خان نیازی، پیر سید اعجاز شاہ، مولانا فضل ھادی، مولانا سبحان محمود، مولانا سعید الدین شیر کوٹی، مولانا عبد الفلاح، مولانا متین ہاشمی اور سب سے بڑھ کر پیر کرم شاہ صاحب الازہری اور جسٹس شجاعت علی قادری جیسے لوگوں کا کردار بھی رہا ہے اور ان کے علاوہ وفاقی شرعی عدالت میں دیگر علماء کرام کے ساتھ ڈاکٹر صاحب نے بھی ضرور دلائل پیش کیئے ہیں تاہم آپ کا یہ کہنا کہ صرف اور صرف یہ قانون میں نے منظور کروایا ہے انتہائی مضحکہ خیز ہے۔

یونہی ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ علماء میری ناموسِ رسالت کے موضوع پر لکھی گئی کتاب ہی سے مواد بیان کرتے ہیں اور اردو میں اتنی جامع کتاب صرف میری ہی ہے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ جناب کی کتاب پہلی بار 2002ء میں منصۂ شہود پر آئی ہے جبکہ اس سے 8 سال قبل ناموسِ رسالت کے قانون پر 458 صفحات پر مشتمل کتاب ''ناموسِ رسول اور قانون توہین رسالت'' 1994ء میں چھپ چکی تھی

اور اس کتاب کے مصنف محترم اسماعیل قریشی صاحب ہیں اور اس کتاب میں ناموسِ رسالت کے قانون کی تیاری اور دیگر مراحل پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اور دونوں کتابوں کے تقابل سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے بہت سارا مواد مذکورہ کتاب سے اخذ کیا ہے جسے اپنے الفاظ کے قالب میں ڈھال کر اپنی کتاب کا حصہ بنایا۔ دیانتداری سے اگر دیکھا جائے تو محترم اسماعیل قریشی صاحب کی کتاب ڈاکٹر صاحب کی کتاب سے کہیں بڑھ کر مفید ہے اور اس کے مصنف نے صحیح معنوں میں محنت کی ہے اور کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ اس کے علاوہ اس مسئلے پر اس سے قبل بھی اردو زبان میں بے شمار جرائد و رسائل لکھے گئے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پروفیسر صاحب کی ماخذ کتاب ''الصارم المسلول'' کا اردو ترجمہ بھی بڑے عرصے سے مارکیٹ میں آچکا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ اردو زبان میں سب سے پہلے میرا کام ہوا اپنی بڑائی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ نہ جانے ڈاکٹر صاحب اپنی بڑائی کیلئے خلافِ واقع باتوں کا سہارا کیوں لیتے ہیں؟ میرا اس رسالہ کے تحریر کا مقصد محض ناموسِ رسالت اور ممتاز حسین قادری کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کی توجہ مبذول کروانا تھا۔ نہ کہ ڈاکٹر صاحب کے اباطیل واکاذیب کو ظاہر کرنا یہ چند باتیں تو بطور نمونہ ذکر کی گئی ہیں۔ وگرنہ ایسی بیسیوں باتیں اور تضادات ڈاکٹر کی دونشتوں کی گفتگو سے سامنے آئے ہیں اور ان کی تصانیف میں موجود ہیں کہ جن کے بیان سے کئی جلدیں معرضِ وجود میں آسکتی ہیں۔ طوالت سے بچتے ہوئے ان تمام چیزوں کو ترک کیا جارہا ہے۔

علماءِ حق پر ڈاکٹر صاحب کا غصہ:

ڈاکٹر صاحب نے اپنی گفتگو میں علماء کرام کو خوب تختہ مشق بنایا ہے علماء کو جاہل خودغرض، لالچی اور نہ جانے کن کن مغلظات سے نوازا ہے تاہم ڈاکٹر صاحب نے گفتگو میں جگہ جگہ عربی عبارات پڑھتے ہوئے شدید اعرابی غلطیاں کی ہیں کہیں مرفوع

کو منصوب اور منصوب کو مرفوع پڑھا ہے تو کہیں فاعل کو مجرور بنا دیا۔ کہیں اعراب کو بالکل ترک فرما دیا تو کہیں پورے پورے جملے کو بالکل حذف فرما دیا۔ اور کہیں ترجمہ میں قواعد کو مد نظر نہیں رکھا گیا۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کی تصانیف میں بھی بے شمار مقامات پر عربی عبارات کے اردو ترجموں میں شدید نوعیت کی غلطیاں ہیں اور کئی مقامات پر تو ایسی فحش غلطیاں ہیں کہ ایک ادنیٰ سا طالب علم بھی حیران رہ جاتا ہے۔ کہیں مصدر کو مبالغہ کا صیغہ تو کہیں اسم اشارہ کو اسم ضمیر قرار دیا جا رہا ہے تاہم ان تمام چیزوں کو "**مسامحات**" کے بجائے اگر ہم جہالت پر محمول کریں تو یقیناً "منہاج القرآن" کے فضلاء مشتعل ہوں گے۔ تاہم اتنا عرض ہے کہ کسی کی طرف ایک انگلی اٹھانے سے قبل یہ سوچ لینا چاہیئے کہ تین انگلیوں کا رخ اپنی طرف ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی خلاف شریعت سٹیٹمنٹ کا علماء نے رد شروع کیا اور ایک بزرگ عالم دین نے ڈاکٹر صاحب کو مناظرے کی دعوت دی تو جواباً منہاج القرآن کے فضلاء نے اخبارات میں یہ خبر لگوائی کہ ڈاکٹر صاحب کو چیلنج کرنے والے علماء کو ریسرچ کے سپلنگ تک نہیں آتے وہ مناظرہ کیا کریں گے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ ہمیں اعتراف ہے کہ ہمارے کئی علماء کی انگریزی کمزور ہے اور ممکن ہے کہ انہیں "سپیلنگ" نہ آتے ہوں تاہم ان فضلاء سے گذارش ہے کہ جناب والا! بتلائیے کہ علوم اسلامیہ کا کتنے فیصدی ذخیرہ انگریزی میں ہے؟

امام غزالی و رازی و آلوسی کو کس قدر انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا؟ مجدد الف ثانی و محدث دہلوی و خواجہ گولڑوی رحمہم اللہ تعالیٰ کو کس قدر انگریزی پر مہارت حاصل تھی؟ حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث، اصول تفسیر، منطق، فلسفہ، مناظرہ و کلام اور تاریخ کی کون کون سی کتابیں ہیں کہ جنہیں سمجھنے کے لئے انگریزی زبان کی ضرورت پڑتی ہیں؟

جناب والا! انگریزی سیکھنا اچھی بات ہے لیکن قرآن وسنت کے سمجھنے کا دارو مدار عربی زبان پر عبور حاصل کرنے پر ہے اگر انہی عزت مآب فضلاء سے سوال کیا جائے کہ آپ کو صرف، نحو، فلسفہ، بلاغت، کلام ومناظرہ، منطق اصول حدیث و اصول فقہ واصول تفسیر پر کس قدر عبور حاصل ہے؟ آپ میں سے کتنے فیصدی فضلاء ہیں جنہیں قطبی، مطول، سلم، شرح ابن عقیل، شرح جامی، قاضی مبارک، حمداللہ، حسامی شرح عقائد وغیرہ درسی کتب کی چند فصلیں حل کرنے کا ملکہ حاصل ہے؟

جن فضلاء کو شی ء المطلق اور مطلق الشی اور بشرط لاشی اور لابشرط الشـــی کا فرق معلوم نہ ہوان کا اس طرح علماء کے خلاف رویہ مناسب نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی نجی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور آپ کی علمی، تحقیقی کمزوریوں پر نا قابل تردید شواہد بھی لوگوں کے پاس موجود ہیں اگر علمی، تحقیقی باتوں سے ہٹ کر اس طرح کے طعن و تشنیع تک معاملہ پہنچ گیا تو سمجھا جاسکتا ہے کہ نقصان کس طرف زیادہ ہے۔۔۔؟

عاشق رسول جہنمی اور گستاخِ رسول جنتی؟

ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے انٹرویو میں غازی ممتاز حسین قادری کو ''قاتل'' قرار دیتے ہوئے سزائے موت کا مطالبہ کیا۔ دین کا ادنیٰ سا طالب علم بھی جانتا ہے کہ ''**سزائے موت**'' اس قاتل کو ہوسکتی ہے جو کسی مسلمان کو عمداً، ظلماً قتل کر ڈالے اور جو شخص کسی مسلمان کو ظلماً قتل کر ڈالے قرآن پاک اس کی سزا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيماً ○ (النساء 93)

جس کسی شخص نے مومن کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالا اس کی سزا جہنم ہے جہاں وہ

ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کی اس پر لعنت ہے اور اس نے اس (قاتل) کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے جب ممتاز حسین قادری کے لئے سزا موت تجویز کی تو ساتھ ہی اس کو ظلماً قتل کرنے والا ثابت کرتے ہوئے اس کو جہنمی اور لعنتی ثابت کر دیا جب قاتل ظالم ثابت ہو گیا تو مقتول کا مظلوماً قتل ہونا از خود ثابت ہوا۔ اور حدیث مبارک ہے۔ من قتل دون ماله فهو شهيد (سنن ابی داؤد، سنن النسائی، مسند بزار، سنن ابن ماجہ)

ڈاکٹر صاحب نے جب سلمان تاثیر کو مظلوم اور ممتاز حسین قادری کو قاتل کہا تو ان کی سٹیمنٹ سے ثابت ہوا کہ ممتاز حسین قادری جہنمی ہے اور سلمان تاثیر شہید ہے۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

آئیں دعا کرتے ہیں:

اس سلسلے میں راقم ڈاکٹر صاحب اور تمام منہاجین سے التماس کرتا ہے کہ ہماری نظر میں سلمان تاثیر ایک ملعونہ کا حمایتی اور گستاخ و مرتد شخص تھا۔ آپ کی نظر میں وہ ''شہید'' ہے۔ جبکہ آپ کے نزدیک ممتاز حسین قادری قاتل اور جہنمی ہے اور ہمارے نزدیک عاشق رسول۔ آئیں آپ اور ہم مل کر یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ قیامت کے دن ہمیں ممتاز حسین قادری کی معیت عطا فرما اور ڈاکٹر صاحب اور ان کے متبعین کو سلمان تاثیر ''شہید'' اور عاصیہ مسیح ''مظلومہ'' کا ساتھ عطا فرما۔

اگر ڈاکٹر صاحب اور ان کے متبعین اس دعا پر آمین نہ کہہ سکیں تو پھر اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ خدارا..... قبر اور حشر میں قرب رسول ہی بڑی دولت ہے۔ کم از کم بارگاہِ رسالت کی پیشی کا خیال تو دل میں بیدار کر لیں۔

ممتاز حسین قادری کا اقدام درست ہے یا غلط:

ڈاکٹر صاحب نے عاشق رسول ممتاز حسین قادری کو قاتل قرار دیتے ہوئے قانون شکن قرار دیا ہے۔ تاہم جناب کی اپنی کتاب کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں تو ممتاز قادری کی حیثیت معلوم ہو جائے گی۔ آپ لکھتے ہیں:

> اسلامی ریاست میں کسی کی جان و مال عزت و عصمت کی محافظت و پاسبانی اللہ کی رحمت میں شمار ہوتی ہے۔ ناحق کسی کی جان تلف نہیں کی جاتی اور کسی کا معصوم الدم ہونا بھی اللہ کی رحمت کے باعث ہوتا ہے جبکہ اس کے برعکس کسی کی جان و مال عزت و آبرو کی محافظت کی ذمہ داری کا رفع ہو جانا بہت بڑی ذلت و رسوائی ہے حتی کہ یہ حکم آ جائے کہ جہاں اور جب ملیں انہیں چن چن کر قتل کر دیا جائے یہاں تک کہ ان کا نام و نشان بھی صفحہ ہستی سے مٹ جائے بسبب اس کے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت کے آداب کو نہ صرف پامال کیا ہے بلکہ بے ادبی و گستاخی اور اہانت و تنقیص رسالت کا ارتکاب بھی کیا ہے یوں منافق و کافر ہوئے۔ ان کی جان اور مال کے تحفظ کی ان کے حوالے سے اسلامی ریاست کی ذمہ داری بھی ختم ہوئی معصوم الدم ہونے کے شرف سے محروم ہو کر مباح الدم ہوئے لہٰذا انہیں تلاش کیا جائے۔ جہاں اور جس جگہ ملیں انہیں اس طرح قتل کیا جائے کہ حق قتل کے تمام تقاضے ادا ہو جائیں دوسروں کے لئے یہ عمل نشان عبرت بن جائے حتی کہ اسلامی ریاست میں اس جرم اور رویے کا کلیتاً خاتمہ ہو جائے۔ (تحفظ ناموس رسالت ص 193)

جب سلمان تاثیر نے اپنے قول و کردار سے ارتداد کا ارتکاب کیا تو ریاست کا شہری ہونے کے اعتبار سے جو اسے تحفظ حاصل تھا وہ ختم ہو گیا۔ کیونکہ وہ مباح الدم ہو چکا تھا۔ لہٰذا اسلام آباد کی کوہسار مارکیٹ میں عاشق رسول ممتاز حسین قادری کو جیسے ہی موقع ملا اس نے ''حق قتل'' کے تمام تقاضے پورے کیے اور سلمان تاثیر دوسروں

کے لئے عبرت کا نشان بن گیا۔ اس پیرے کو بار بار پڑھا جائے اور پھر فیصلہ کیا جائے کہ ممتاز حسین قادری نے درست عمل کیا تھا یا غلط؟

ممتاز حسین قادری پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اس نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے حالانکہ اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ممتاز حسین قادری نے اول دن سے اس بات کا اعلان کیا ہے کہ اس نے سلمان تاثیر کو اس کے ارتداد کے باعث قتل کیا ہے اور اپنے اس بیان پر تا حال وہ قائم ہے۔ جب سینکڑوں علماء کے فتاوٰی اور میڈیا کے ذریعے سے ایک عاشق رسول پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ یہ شخص گستاخ ہے تو اس نے اس کو ٹھکانے لگا دیا۔ پھر بھی آنجناب کی کتاب کا یہ پیرہ قابل غور ہے موصوف لکھتے ہیں:

> آج دنیا کے تمام مسالک کے آئین و ساتیر میں یہ بات رقم ہے کہ جو شخص کسی سلطنت و ریاست اور اس کے دستور و اقتدار اعلیٰ سے بغاوت کا ارتکاب کرے وہ سزائے موت کا مستحق ہے تعزیرات پاکستان میں یہ بات درج ہے۔ کوئی بھی شخص جو پاکستان کے خلاف جنگ و بغاوت کرے یا جنگ کرنے کی کوشش کرے یا جنگ کرنے میں مدد و اعانت کرے تو ایسا شخص سزائے موت کا مستحق ہوگا۔ یہ اس لئے تا کہ ریاست و سلطنت کا تقدس واحترام اور عظمت وحرمت ہر شئی سے بلند و فائق رہے کوئی بھی فرد اس کی شان وشوکت اور عزت وحرمت کو پامال کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔
>
> غرضیکہ انسان کے اپنے وضع کردہ قانون و دستور اور اپنے ہاتھ سے تراشیدہ و تشکیل کردہ ریاست و سلطنت کا احترام و تقدس اس قدر بلند و اونچا ہے کہ اس ریاست کے اقتدار اعلیٰ کے خلاف کسی فرد کا اقدام بغاوت سزائے موت کو مستوجب ٹھہراتا ہے۔ جبکہ وہ ذات جو وجہ تخلیق کائنات ہے جو فخر عالم انس و جن ہے، جس کے طفیل بشریت کو شعور و

فروغ ملا اور جس کے نقوش پا پر چل کر انسانیت اپنی معراج کو پہنچی ہم ایسی ذات کی عزت وحرمت ادب واحترام اور عظمت ورفعت پر کروڑوں ریاستوں اور آئین کی حرمت وتقدس کو قربان کرتے ہیں۔ آئین و ریاست کا باغی تو واجب القتل ہو جبکہ تاجدار کائنات سرور دوجہاں کی عزت وناموس پر حملہ کرنے والا واجب القتل نہ ہو آخر کیوں؟

(تحفظ ناموس رسالت ص 357)

اب جبکہ ڈاکٹر صاحب کے اپنے جملوں سے یہ بات واضح ہوچکی کہ اگر حضور ﷺ کی حرمت وناموس کی حفاظت میں کسی ملک کا دستور وقانون آڑے آجائے تو ایسے میں سرکار ﷺ کی حرمت وناموس کی حفاظت لازمی ہے اور حضور ﷺ کی ناموس و حرمت پر کروڑوں ریاستوں کے قانون وآئین کی حرمت قربان ہو تو پھر بھی کم ہے۔ اب ممتاز حسین قادری اور گورنر کے معاملے پر ایک دفعہ پھر غور کریں تو یہ بات عیاں ہوگی کہ گورنر اپنے قول وکردار کے باعث مرتد ہوچکا تھا اور ساتھ ہی وہ واجب القتل ہوچکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریروں کی روشنی میں ناموسِ رسالت کی حفاظت گستاخ و مرتد کے قتل میں ہے۔ جب ممتاز حسین قادری نے دیکھا کہ ملک کا قانون حرمت رسول کی حفاظت میں آڑے آرہا ہے اور گورنر کے خلاف FIR تک نہیں ہوسکتی تو ممتاز حسین قادری نے ڈاکٹر صاحب کے کہے کے مطابق ملک کے وضعی قانون کو حرمت رسول کی حفاظت پر قربان کردیا اب ایسے میں ڈاکٹر صاحب کا ممتاز حسین قادری کو قانون ہاتھ میں لینے کا الزام دینا اور ان کے لئے سزائے موت تجویز کرنا کیا تحریر وتقریر کا کھلا تضاد نہیں ہے؟

اگر یہ جرم ہے تو۔۔۔۔شریک تم بھی ہو !!!

ڈاکٹر صاحب اپنی گفتگو میں تو وہ امن کے پیامبر اور داعی بنے ہوئے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی مذکورہ کتاب میں جگہ جگہ ایسے جملے تحریر

کئے ہیں کہ کتاب پڑھنے والا واضح محسوس کرتا ہے کہ گستاخِ رسول اگر سامنے آئے تو اسے فوراً ہی قتل کر دیا جائے اور اسے زندہ چھوڑنا بے غیرتی ہے ۔ نیز جگہ جگہ ڈاکٹر صاحب نے عامۃ المسلمین کو شدید اشتعال دلا دیا ہے کہ وہ از خود گستاخ کو قتل کر دیں بطور نمونہ چند مقامات سے اقتباس ملاحظہ فرمائیں ۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں:

شانِ رسالت مآب میں بے ادبی و گستاخی کے بعد امت مسلمہ کے زندہ رہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا امت کی غیرت وحمیت کا تقاضہ یہ ہے کہ جوں ہی گستاخی و بے ادبی رسول کا فتنہ سر اُٹھائے توں ہی اسے ہمیشہ کیلئے اس طرح ختم کر دے کہ آئندہ اس کی پرورش و فروغ پانے کے جملہ امکانات اور صورتیں کلیتاً معدوم ہو جائیں ۔ (تحفظ ناموس رسالت 301)

تن من دھن کی بازی لگادو:

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

مختصر یہ کہ وہ امت جس کی غیرت وحمیت نے اپنے نبی ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی و بے ادبی توہین وتحقیر اور استخفاف وتنقیص کے مرتکب گستاخ کا زندہ رہنا گوارا کر لیا اللہ کی عزت کی قسم ، خدا کی غیرت اس امت کا حمیت وغیرت اور عزت کے ساتھ جینا گوارا نہیں کرے گی ۔ ایسی امت کو ذلیل ورسوا کر دیا جائے گا امت کا عزت وغیرت اور حمیت و وقار کے ساتھ جینا اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اپنے نبی ﷺ کی عزت وحرمت ، عظمت وتقدس اور ادب واحترام پر نہ صرف مرمٹے بلکہ اپنے **تن من دھن کی بازی لگا** کر اپنے ایمان کی بقاء اور تحفظ کا سامان بھی کرے ۔

(تحفظ ناموس رسالت ص 361)

گستاخ کو قتل کرنا واجب:

ڈاکٹر صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

انہیں منافقین کو اس چیز کا خدشہ تھا کہ اگر انہوں نے اپنے دلوں میں پوشیدہ

اہانت و گستاخی رسول ﷺ کو ظاہر کیا تو وہ قتل کر دیئے جائیں گے پس (اس سے یہ بات معلوم ہوئی) ہر مخالف و گستاخ رسول کو قتل کرنا واجب ہے۔

(تحفظ ناموس رسالت ص 246)

گستاخوں کے قتل عام کا حکم:

موصوف اپنی کتاب میں "گستاخوں کے قتل عام کا حکم" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

"پھٹکارے ہوئے جہاں پائے جائیں پکڑے جائیں اور جان سے ذلت کی موت مارے جائیں۔

یعنی یہ وہ بدکردار و بدسیرت لوگ ہیں جو میرے محبوب ﷺ کو اذیت دیتے ہیں۔ اس جرم و تقصیر کی وجہ سے اللہ کے فضل و کرم، لطف و عنایت اور رحمت سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ ہر طرف سے دھتکارے ہوئے اور راندہ درگاہ ہیں کیونکہ یہ اہانت و گستاخی رسول ﷺ پر اصرار کرتے ہیں۔ سو ایسے حرماں نصیبوں کے لئے روئے کائنات پر ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں اس لئے اے امت مصطفوی ﷺ کے افراد تم انہیں جہاں اور جس وقت بھی پاؤ وہیں ان کا سر تن سے جدا کر دو اور انہیں چن چن کر قتل کر دو۔

(تحفظ ناموسِ رسالت ص 191,192)

یونہی موصوف گستاخوں کے قتل پر امت کو ابھارتے ہوئے رقمطراز ہیں:

کوئی فرد و بشر سرور کائنات حضور نبی کریم ﷺ کی اہانت و گستاخی کا ارتکاب کرے، اس فعل کا کسی بھی امتی یا اسلامی ریاست کو پتہ چل جائے اور وہ بغیر قیام حد کے اسے معاف کر دے تو یہ حسن خلق ہر گز نہ ہوگا بلکہ از روئے شرع یہ عمل بے حمیتی اور بے غیرتی متصور ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ کی عزت و حرمت، عظمت و تقدس اور ادب و احترام کی محافظت و پاسبانی امت مسلمہ کی دینی و ایمانی ذمہ داری میں شامل ہے۔

علاوہ ازیں حضور نبی کریم ﷺ نے اگر کسی کو بذات خود معاف فرما بھی دیا تو یہ آپ ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔ اسے معاف کرنے کا آپ ﷺ کو بذات خود تو اختیار حاصل ہے لیکن ایک امتی کو یہ حق حاصل

نہیں ہے کہ کوئی گستاخ و بے ادب حضور ﷺ کی اہانت و تنقیص کرے تو
امتی حضور ﷺ کے حق خاص میں از خود تصرف کرتے ہوئے اسے معاف
کرتا پھرے اور اس سے درگذر کرے، امت کے لئے یہ کسی بھی صورت
میں جائز ہی نہیں ہے بلکہ ایسا کرنے سے اس کا اپنا ایمان بھی ضائع ہو
جائے گا۔ (تحفظ ناموسِ رسالت ص 199)

نیز ایک اور مقام پر یوں لکھتے ہیں:

گستاخ رسول دنیا و آخرت میں مستحق سزا ہو گا اس کی توبہ و معافی کی
قبولیت کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا اسے بغیر موقع و مہلت
دیئے قتل کر دیا جائے گا۔ (تحفظ ناموس رسالت 213)

ایک اور مقام پر علامہ اسماعیل حقی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مذہب مختار یہی ہے مسلمانوں میں سے جس شخص سے حضور ﷺ کی شان
اقدس میں جان بوجھ کر عمداً کوئی ایسا کلمہ صادر ہو جائے جو اہانت و
استخفاف اور تحقیر پر دلالت کرتا ہو تو ایسے شخص کو اس گستاخی کے ارتکاب پر
قتل کرنا (امت مسلمہ پر) واجب ہے۔ (تحفظ ناموس رسالت ص 246)

اس پیرے میں "امت مسلمہ پر" کا بریکٹ قادری صاحب کا لگایا ہوا ہے اور قابل غور ہے۔

چن چن کر قتل کرو:

یونہی ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

اب عصر حاضر میں بھی شانِ رسالت مآب ﷺ کی بے ادبی و گستاخی اور
اہانت و تنقیص میں جو افراد بھی مرتکب ہوں **انہیں چن چن کر قتل کرنا، صفحہ
ہستی سے ان کا نام و نشان کا صفایا کرنا یہ اسی سنت الہیہ کا تسلسل ہے۔**

(تحفظ ناموس رسالت ص 194)

غور فرمائیں: کیا مذکورہ جملوں میں کسی بھی مسلمان کو حضور ﷺ کی ناموس
کی حفاظت کے حوالے سے گستاخ کو قتل کرنے کی واضح تحریض نہیں دی گئی؟ اب

ڈاکٹر صاحب اپنے انٹرویو اور خطاب والا نظریہ عام کرنا چاہتے تو پھر جناب سے گذارش ہے کہ اپنی کتاب پر پابندی لگائیں اور اس کے مندرجات سے رجوع کا اعلان کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ آپ میری یہ کتاب نہ پڑھا کریں کیونکہ **''میرا نظریہ ناموسِ رسالت کے حوالے سے بدل گیا ہے''** اور اگر ایسا نہیں کرتے تو پھر اپنے خطاب میں اور انٹرویو میں عاشق رسول کے خلاف کی گئی ہرزہ سرائی اور گستاخ و مرتد کی حمایت کرنے پر اللہ کے حضور معافی کے طلب گار ہوں۔

یہ چار دن میں کیوں مزاجِ دوستاں بدل گیا
زمین وہی فلک وہی مگر سماں بدل گیا

اس سوال کا کیا جواب ہے آپ کے پاس؟

اب اگر ڈاکٹر صاحب اور ان کے متبعین سے ایک سوال کیا جائے کہ اگر ممتاز حسین قادری سے کوئی پوچھے کہ آپ نے قانون کو ہاتھ میں لیتے ہوئے گورنر کو کیوں قتل کیا ہے اور اس کے جواب میں قادری صاحب یہ کہہ دیں کہ میں نے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی کتاب **تحفظ ناموسِ رسالت** کا مطالعہ کیا تھا جس میں جگہ جگہ گستاخ کو قتل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کہیں لکھا ہے۔۔۔ اس کا سرتن سے جدا کردو!!! تو کہیں لکھا ہے۔۔۔ اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالو۔ کہیں لکھا ہے کہ جینے کا راز اسی میں ہے۔۔۔ تو کہیں لکھا ہے کہ کروڑوں قانون حضور ﷺ کی ناموس پر قربان۔ !!! اور پھر پوری کتاب میں کہیں نہیں لکھا گیا کہ **''گستاخ کو قانون کے حوالے کرو''** لہٰذا جب علماء کے فتوے سے ثابت مجھ پر آشکار ہوا کہ سلمان تاثیر گستاخ و مرتد ہے تو میں نے ڈاکٹر صاحب کی دی ہوئی تعلیمات کے عین مطابق **''غیرت وحمیت''** کا مظاہرہ کر ڈالا اور گستاخ کو ٹھکانے لگا دیا۔۔۔ تو جناب والا۔!!! آپ کے پاس اس سوال کا کیا جواب ہوگا۔۔۔؟

دو غازی، دو فتوے:

ڈاکٹر صاحب نے اپنی گفتگو میں ممتاز حسین قادری کو قاتل اور اس کا ساتھ دینے والے علماء و مشائخ اور کروڑوں مسلمانوں کو "بیرونی ایجنڈے" کی تکمیل پر مامور بیان کیا ہے۔ جن حضرات نے ڈاکٹر صاحب کی گفتگو سنی ہے وہ جانتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کو گورنر صاحب کے مرنے کا کس قدر رنج ہے اور انہوں نے علماء و مشائخ پر کس طرح غصہ نکالا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے اس انداز کے بعد ایک حوالہ کافی مفید رہے گا۔ 1929ء میں غازی علم الدین شہید نے جس وقت ملعون راجپال کو کیفر کردار تک پہنچایا تھا تو اس وقت مرزا قادیانی کے بیٹے بشیر الدین قادیانی نے غازی علم الدین شہید کے اقدام کی کھل کر مخالفت کی تھی، قادیانیوں کے اخبار الفضل قادیان نے مرزا بشیر الدین کی سٹیٹمنٹ کو ان الفاظ میں شائع کیا تھا:

> "اس قوم کا جس کے جوشیلے آدمی قتل کرتے ہیں، خواہ انبیاء کی توہین کی وجہ سے ہی وہ ایسا کریں، فرض ہے کہ پورے زور کے ساتھ ایسے لوگوں کو دبائے اور ان سے اظہار برأت کرے۔ انبیاء کی عزت کی حفاظت قانون شکنی کے ذریعے نہیں ہوسکتی۔ وہ نبی ہی کیا نبی ہے جس کی عزت بچانے کیلئے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں جس کے بچانے کیلئے اپنا دین تباہ کرنا پڑے۔ یہ سمجھنا کہ محمد رسول اللہ کی عزت کے لئے قتل کرنا جائز ہے سخت نادانی ہے۔۔۔۔ وہ لوگ (غازی علم الدین شہید وغیرہ) جو قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہیں اور جو ان کی پیٹھ...... ٹھونکتا ہے وہ بھی قوم کا دشمن ہے۔
>
> میرے نزدیک تو اگر یہی شخص (راجپال کا) قاتل ہے جو گرفتار ہوا تو اس کا سب سے بڑا خیر خواہ وہی ہوسکتا ہے جو اس کے پاس جائے اور اسے

سمجھائے کہ دنیاوی سزا تو تمہیں اب ملے گی ہی لیکن قبل اس کے کہ وہ ملے تمہیں چاہیئے کہ خدا سے صلح کر لو اس کی خیر خواہی اس میں ہے کہ اسے بتایا جائے کہ (غازی علم الدین شہید) تم سے غلطی ہوئی ہے۔''

(اخبار الفضل قادیان جلد16، شمارہ 82صفحہ7،8، 19 اپریل1929ء بحوالہ العاقب لاہور)

قارئین! غور فرمائیں ڈاکٹر صاحب اور مرزا بشیر الدین کے غازیان اسلام کے متعلق ریمارکس میں کتنی **مماثلت** پائی جاتی ہے۔ اس مماثلت کی وجہ تو خود ڈاکٹر صاحب اور ان کے متبعین ہی بتا سکتے ہیں۔

ایک طرف مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر الدین، غازی اسلام غازی علم الدین شہید کے اقدام کو ''**قانون شکنی**'' کہہ رہا تھا تو دوسری طرف قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ جیسا وکیل اور قانون دان غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مفت وکالت کیلئے خود کو پیش کر رہا تھا اور اس وکالت کو اپنی اُخروی نجات کا ذریعہ سمجھ رہا تھا۔

عجیب اتفاق ہے ممتاز حسین قادری نے مردود گورنر کو واصل جہنم کیا تو ڈاکٹر صاحب بھی غازی ممتاز قادری کے اس عاشقانہ اقدام کو ''**قانون شکنی**'' کہہ رہے ہیں تو دوسری طرف ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ چیف جسٹس خواجہ شریف صاحب، جسٹس نذیر احمد غازی، جسٹس میاں نذیر اختر جیسے قانون دان غازی ممتاز حسین قادری کی مفت وکالت کے لئے سامنے آئے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ وکالت نامے پر دیگر ہزاروں وکلاء کے دستخط بھی موجود ہیں۔ جسٹس خواجہ شریف صاحب کے ایک قریبی عزیز کے مطابق خواجہ صاحب نے اپنے دفتر میں ممتاز حسین قادری صاحب کے دستخطوں والی تحریر کو فریم کر کے لگایا ہوا ہے اور انہوں نے بیٹے کو وصیت کی ہے کہ اگر میں مر جاؤں تو ممتاز حسین قادری کا وکالت نامہ میرے کفن میں رکھنا تا کہ اگر اللہ تعالی پوچھے کہ خواجہ شریف کیا لے کر آئے ہو تو عرض کر دوں اے اللہ تیرے محبوب ﷺ کے

عاشق کا وکیل ہوں۔۔۔۔شاید اسی باعث میری بخشش ہو جائے۔

ڈاکٹر صاحب! ملک کے معروضی و قانونی معاملات آپ کینیڈا یا UK میں بیٹھ کر زیادہ سمجھتے ہیں یا خواجہ شریف اور دیگر قانونی ماہرین۔۔؟ ممتاز حسین قادری کی حمایت کرنے والے ہزاروں علماء و مشائخ مفتیان شرع متین، محدثین، مفسرین، محققین، وکلاء، دانشور اور کروڑوں مسلمان صحیح راستے پر ہیں یا اس عاشق رسول کی مخالفت کرنیوالے پوری امت سے الگ تھلگ اکیلے ڈاکٹر صاحب اور ان کے متبعین؟

جناب والا! آپ ممتاز حسین قادری کو ''قاتل'' سمجھتے ہیں جبکہ ممتاز حسین قادری راقم سمیت کروڑوں مسلمانوں کی عقیدتوں کا مرکز بن چکا ہے اور آج ہر زبان پر ایک نعرہ جاری ہے۔

جرأت و بہادری......ممتاز حسین قادری

تاہم یہ غور کرنا چاہیے کہ آخر کچھ تو ہے کہ ایک پولیس کانسٹیبل کروڑوں لوگوں کی آنکھوں کا تارا کیسے بن گیا؟ کیا اللہ تعالی ایک قاتل کو اتنی مقبولیت عطا فرما رہا ہے کہ جس کا نام لیتے ہی لوگوں کی آنکھیں فرطِ جذبات سے چھلک پڑتی ہیں؟

فتویٰ پروف یا۔۔۔۔رحمت پروف

ڈاکٹر صاحب کی عادت ہے کہ وہ اپنے موقف پر ضعیف سے ضعیف تر قول یا روایت کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ان کے سننے والے اس کو ''محکمات وقطعیات'' کا درجہ دے کر حجت قویہ قرار دیتے ہیں۔ اور ڈاکٹر صاحب اس سلسلے میں علمی خیانتوں سے بھی اجتناب نہیں فرماتے جیسا کہ ان کی تحریروں اور تقریروں میں بے شمار مقامات پر صاف ظاہر ہے اور اگر ان خیانتوں کے اظہار کی دعوت دی گئی تو الحمد للہ اس سلسلے

میں بھی مسودہ تیار ہے تاہم یقین ہے کہ حضرت اس سلسلے میں کبھی بھی مطالبہ نہیں کریں گے کیونکہ جہاں انہیں اس طرح کے معاملات کا سامنا کرنا پڑے وہ فوراً اپنے ماننے والوں کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیتے ہیں کہ یہ علماء مجھ سے **"جیلس"** ہیں اور میں **"فتویٰ پروف"** ہوں۔ اس سلسلے میں اتنا ہی عرض ہے کہ بزرگوں کے اس قول پر توجہ ہونی چاہیئے کہ **"تیرا سب سے پیارا دوست وہ ہے جو تجھے تیری غلطیوں سے آگاہ کرے"** شرعی معاملے میں غلطی سے آگاہ ہو کر اس کی اصلاح کرنا اللہ کی توفیق ہی سے ممکن ہے اور علما کی طرف سے آگاہی کے لئے دیئے گئے فتاویٰ اللہ کی رحمت کا ایک انداز ہے ڈاکٹر صاحب اگر اس سلسلے میں **"رحمت پروف"** ہیں تو اس میں علماء کسی سے کیونکر "جیلس" ہو سکتے ہیں اس لئے کہ حسد" اور" **رشک** " تو کسی کی اچھائیوں پر ہوتا ہے۔

ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی:

ڈاکٹر صاحب میری آپ سے کوئی ذاتی پرخاش نہ کبھی تھی اور نہ ہی اب ہے اور نہ ہم آپ سے سرزد ہونے والی غیر شرعی حرکات سے خوش ہیں کہ چلو آپ کی مخالفت کا موقع تو ملا۔ ہمیں تو از حد رنج ہے کہ حضور ﷺ کا ایک امتی اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث حضور ﷺ کی قربت سے دور جا رہا ہے۔ اس لئے آپ اس تحریر کو اپنی مخالفت ہرگز ہرگز نہ سمجھئے اور امانت کے طور پر میرے پاس کچھ لوگوں کی آپ کی بابت دیکھی گئی خوابیں ہیں جن میں آپ کو انتہائی سختی کی حالت میں دیکھا گیا ہے میں ان کا تفصیلی ذکر یہاں مناسب نہیں سمجھتا تاہم رابطہ کرنے پر ان لوگوں سے آپ کا رابطہ کروایا جا سکتا ہے۔ خدارا آپ اپنی اداؤں پر خود ہی غور فرمائیں۔

نیز میں آپ کی توجہ چند انتہائی اہم معاملات کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ آپ کے بعض مقامات کے قول و کردار سے آپ کا معاملہ **"لزوم"** تک پہنچ چکا

ہے۔خدارا ''التزام'' سے پہلے پہلے اس کا تدارک کیجئے وگرنہ بعد میں اگر علماءِ کرام کی طرف سے حق شرعی ادا کیا گیا تو آپ اور آپ کے متبعین اس کو ''جیلس پن'' پر ہی محمول کریں گے اور امت مزید افتراق کا شکار ہوگی۔

کیا یہودی اور عیسائی کافر نہیں ہیں۔۔۔۔؟؟؟

جناب پروفیسر صاحب: آپ نے منہاج القرآن میں عیسائیوں اور پادریوں کے ایک کرسمس ڈے کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص تمام انبیاء، قیامت، جنت، دوزخ اور تمام چیزوں کو ماننے کے باوجود اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یا ان کی تعلیمات کو نہ مانے وہ کافر ہے۔

اور پھر فرمایا کہ دنیا میں دو طرح کی تقسیم ہے۔ Non Belivers اور Belivers نان بلیورز کفار کو کہتے ہیں اور بلیورز مومنین کو کہتے ہیں اور اہل کتاب یہودی اور عیسائی اور مسلمان یہ بلیورز ہیں، مومنین ہیں اور آسمانی کتابوں اور آخرت پر ایمان نہ لانے والے کفار ہیں۔

پھر آپ نے عیسائیوں سے فرمایا کہ یہ منہاج القرآن کی مسجد ابدالآباد تک آپ کی عبادت کے لئے کھلی ہے۔ آپ کا جب بھی دل کرے آپ یہاں آکر اپنی عبادت کرسکتے ہیں۔

جناب والا! حیرت ہے کہ جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام اور پیغام کو نہ مانے وہ تو کافر ہے جبکہ جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امام، تمام نبیوں کے سردار خاتم النبیین ﷺ کی نبوت و رسالت ان کی تعلیمات اور دین کو نہ مانے وہ کافر کیوں نہیں؟؟؟ اور پھر آپ نے صراحتاً یہودیوں اور عیسائیوں کے کفر کا انکار کیا ہے کہ یہ کافر نہیں ہیں بلکہ

مومنین ہیں۔ آپ کا یہ کہنا قرآن کے محکمات کے خلاف ہے اور نص قطعی کا انکار ہے۔

قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر صراحتاً یہودیوں عیسائیوں کو کافر قرار دیا گیا ہے آپ چونکہ ''مفسر قرآن'' ہیں لہٰذا یقیناً آپ کی نظروں سے وہ مقامات پوشیدہ نہ ہوں گے تاہم صرف آپ کی توجہ کے لئے چند آیات پیش کی جا رہی ہیں جن آیات سے آپ کا انکار لازم آ رہا ہے۔ اور ثابت ہو رہا ہے کہ یہودی اور عیسائی یقیناً کافر ہیں۔

1 لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البینۃ ٥ (البینۃ آیت 1)

ترجمہ: کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے۔

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر اہل کتاب، یہود و نصاریٰ کو مشرکین کے ساتھ کفار قرار دیا گیا ہے۔ اگر یہاں پر من اھل الکتاب میں من کو تبعیضیہ بنا کر تاویل کی کوشش کی جائے تو یہ بھی غلط ہوگا اسلئے کہ مفسرین کرام نے یہاں پر ''من'' کو تبعیضیہ نہیں بلکہ ''بیانیہ'' قرار دیا ہے اور مفسرین کرام نے اس کی وضاحت بھی فرما دی ہے۔

چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں:

''ان الکفار من الفریقین اھل الکتاب وعبدۃ الاوثان''

بیشک کفار کے دو گروہ ہیں اہل کتاب اور بتوں کے پجاری

اس کے بعد رقمطراز ہیں:

الکفار کانوا جنسین احدھما اھل الکتاب کفرق الیھود والنصاری وکانوا کفارا باحداثھم فی دینھم ما کفروا بہ کقولھم عزیر ابن اللہ والمسیح ابن اللہ و تحریفھم کتاب اللہ و دینہ والثانی المشرکون الذین

کانوا لاینسبون الی کتاب فذکر اللہ تعالی الجنسین بقوله الذین کفروا علی الاجمال ثم اردف ذالک الاجمال بالتفصیل وھو قوله من اھل الکتاب والمشرکین

(تفسیر کبیر جلد 31ص 40طبع بیروت)

کفار کی دو جنسیں ہیں ان میں سے ایک ''اہل کتاب'' ہیں جیسے کہ یہود و نصاریٰ کے مختلف فرقے اور یہ کافر قرار دیے گئے اپنے دین میں نئی چیزیں شامل کرنے کے باعث اور اپنے اقوال عزیر اللہ کا بیٹا ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے اور اللہ کی کتابوں اور اس کے دین میں تحریف کے باعث اور دوسری جنس کفار کی ''مشرکین'' ہیں کہ جو کسی کتاب کی طرف منسوب نہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے (آیت مذکورہ میں) دونوں جنسوں کا ذکر اجمالی طور پر الذین کفروا کے جملے سے فرمایا اور فوراً بعد اس کی تفصیل من اھل الکتاب والمشرکین کے جملے سے فرمائی۔

اس کے بعد امام رازی علیہ الرحمۃ من اھل الکتاب میں موجود ''من'' کے کلمہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کلمة من ھھنا لیست للتبعیض بل للتبیین کقوله فاجتنبوا الرجس من الاوثان اس جگہ پر کلمہ ''من'' تبعیض کیلئے نہیں بلکہ ''تبیین'' کیلئے ہے جس طرح فاجتنبوا الرجس من الاوثان میں کلمہ من تبیین کے لئے ہے۔

(تفسیر کبیر جلد 31ص 40طبع بیروت)

☆ اسی طرح تفسیر جلالین میں بھی موجود ہے کہ یہاں من تبعیض کیلئے نہیں ہے۔

(تفسیر جلالین زیر آیت مذکور)

☆ تفسیر بیضاوی میں بھی ہے: ومن للتبیین یہاں من بیانیہ ہے۔

☆ اس کے تحت حاشیہ شیخ زادہ میں ہے: کہ یہاں من بیانیہ ہے تبعیض کیلئے نہیں اور آگے وضاحت فرمائی کہ تمام اہل کتاب یہودی اور عیسائی کافر ہیں۔

(حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ص 682)

☆ اسی طرح بیضاوی کے حاشیہ قونوی میں بھی ہے کہ اس جگہ من بیانیہ ہے اور اہل کتاب پر کافر کا اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ انہوں نے حق سے عدول کیا ہے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہہ کر اور تثلیث کا عقیدہ رکھتے ہوئے اور یہودیوں کے اللہ کی توحید سے عدول کرنے کے سبب (حاشیہ قونوی از ناصر الدین عبداللہ عمر الشیر ازی ص375/10)

☆ یونہی بیضاوی کے حاشیہ: "ابن التمجید" میں ہے حضرت علامہ مصطفی بن ابراہیم الروی حنفی متوفی 880 جو لکھتے ہیں:

کان الکفار من فریقی اھل الکتاب و عبدة الاصنام

(ابن التمجید علی البیضاوی 375/10طبع بیروت)

کفار کی دو قسمیں ہیں اہل کتاب کے دونوں فرقے یہودی اور عیسائی اور بتوں کو پوجنے والے۔

☆ تفسیر کشاف میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

" کان الکفار من الفریقین اھل الکتاب و عبدة الاصنام "

(تفسیر کشاف 782 ، طبع بیروت)

یعنی کفار کی دو قسمیں ہیں اہل کتاب کے دونوں فرقے یہودی، عیسائی اور بتوں کو پوجنے والے۔

☆ تفسیر روح البیان میں ہے:

ومن للتبیین لا للتبعیض حتی لا یلزم ان لا یکون بعض المشر کین کافرین وذالک ان الکفار کانوا جنسین اھل الکتاب کفرق الیھود والنصاری والمشر کین وھم الذین کانوا لا ینسبون الیٰ کتاب فذکر اللہ الجنسین بقولہ الذین کفروا علی الاجمال " (تفسیر روح البیان جلد12ص 487)

من اھل الکتاب میں من تبیین کے لئے ہے تبعیض کے لئے نہیں ہے تاکہ بعض مشرکین کا کافر نہ ہونا لازم نہ آئے اور یہ اس لئے ہے کہ کفار کی دو جنسیں ہیں ایک

اہل کتاب جیسے کہ یہود و نصاریٰ کے فرقے اور دوسری مشرکین، اور مشرکین وہ لوگ ہیں کہ جن کی نسبت کسی آسمانی کتاب کی طرف نہیں کی گئی پس اللہ تعالی نے الـذیـن کفروا کے جملے میں دونوں جنسوں کا ذکر اجمالاً فرما یا دیا۔

☆ تفسیر خازن میں ہے:

ان الکفار کانو جنسین احدھما اھل الکتاب بسبب کفرھم ما احدثوا فی دینھم اما الیھود فقولھم عزیر بن اللہ وتشبیھم اللہ بخلقه واما النصاری فقولھم المسیح ابن اللہ وثالث ثلاثه وغیر ذالک والثانی المشرکون اھل الاوثان
(تفسیر خازن جلد4ص292 طبع بیروت)

بیشک کفار کی دو قسمیں ہیں ان میں سے پہلی اہل کتاب ہیں اور ان کے کفر کا سبب وہ ہے جو انہوں نے اپنے دین میں اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ ان میں سے یہودیوں کے کفر کا سبب ان کا عزیر ابن اللہ کہنا اور اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دینا اور عیسائیوں کے کفر کا سبب ان کا مسیح ابن اللہ کہنا اور ثالث ثلاثہ اور اس کے علاوہ دیگر کفریات بکنا اور کفار کی دوسرے قسم مشرکین ہیں بتوں کو پوجنے والے۔

اس کے علاوہ بیشمار تفاسیر میں موجود ہے کہ یہاں پر من بیانیہ ہے۔ علاوہ ازیں امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہودی اور عیسائی کفار ہیں۔ اس اجماع پر علماء و مفسرین کے سینکڑوں اقوال نقل کئے جا سکتے ہیں جنہیں طوالت کے خوف سے ترک کیا جا رہا ہے۔

آیت نمبر2: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ O (البینۃ آیت6)

بیشک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

اس آیت میں بھی اہل کتاب اور مشرکین کو کافر قرار دیا گیا ہے اور

ڈاکٹر صاحب کے ترجمہ عرفان القرآن میں بنیادی غلطی کی گئی ہے کہ ان مقامات پر ترجمہ کرتے ہوئے مِن تبعیضیہ کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ جبکہ یہاں مِن "بیانیہ" ہے۔ مفسرین کرام نے من تبعیضیہ کے ترجمے کی خرابی کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

آیت نمبر 3: مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ ○ (البقرۃ آیت 105)

وہ لوگ جو اہلِ کتاب میں سے کافر ہو گئے اور مشرکین یہ پسند نہیں کرتے ہیں کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی اترے۔

آیت نمبر 4: وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا ○ (البقرۃ آیت 109)

بہت سے اہلِ کتاب کی یہ خواہش ہے تمہارے ایمان لے آنے کے بعد پھر تمہیں کفر کی طرف لوٹا دیں۔

آیت نمبر 5: هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ○ (الحشر آیت 2)

وہی ہے جس نے اُن کافر کتابیوں کو (یعنی بنو نضیر کو) پہلی جلاوطنی میں گھروں سے (جمع کر کے مدینہ سے شام کی طرف) نکال دیا۔

اس آیت میں یہودیوں کو کافر کہا گیا ہے اگر یہ **بلیورز** ہیں اور **مومنین** ہیں تو انہیں کافر کہنے کا کیا مطلب؟

آیت نمبر 6: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ (الحشر آیت 11)

کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے اُن بھائیوں، کافر کتابیوں سے کہتے ہیں

کہ اگر تم (یہاں سے) نکالے گئے تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ ہی نکل چلیں گے۔

اس کے علاوہ سورۂ مائدۃ آیت 6، سورۂ بقرہ رکوع نمبر 10، رکوع نمبر 11 کے علاوہ قرآن کی درجنوں آیات میں واضح موجود ہے کہ اہل کتاب کفار ہیں۔اورڈاکٹر صاحب کی اپنی کئی تصانیت میں بھی واضح طور پر یہودیوں اور عیسائیوں (اہل کتاب) کو کفار لکھا گیا ہے۔ڈاکٹر صاحب اس حقیقت سے یقیناً بے خبر نہ ہوں گے دنیا میں کوئی بھی عیسائی ایسا نہیں کہ جس کا''تثلیث''یا''عیسیٰ ابن اللہ'' کا عقیدہ نہ ہو۔

چنانچہ علامہ عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ شفا شریف میں رقمطراز ہیں:

ان کل مقالة صرحت بنفی الربوبیه او الوحدانیة او عبادة احد غیر الله او مع الله فهو کفر کمقالة الدهریة وسائر فرق اصحاب الاثنین والدیصانیة او المانویه واشباههم من الصائبین والنصاری والمجوس

(شفاء شریف جلد2ص 1066 طبع بیروت)

''ہر وہ مقولہ جس میں اللہ کی ربوبیت یا وحدانیت کی صراحتاً نفی ہو یا کسی غیر اللہ کی پرستش یا اللہ کے ساتھ کسی غیر کی عبادت میں شمولیت ہو تو وہ کفر ہوگا جیسے دھریوں کے اقوال اور تمام فرقے جو دو خداؤں کو مانتے ہیں۔مثلاً دیصانیہ اور مانویہ وغیرہ صائبین اور عیسائی اور مجوسی (کافر) ہیں''۔

اس کے علاوہ دنیا میں کوئی ایک بھی یہودی ایسا نہیں جو کہ نبی علیہ السلام کی نبوت کا انکار نہ کرتا ہو۔لہٰذا ان کا کافر ہونا''قطعی''ہے۔

لہٰذا جناب سے گذارش ہے کہ آپ کی گفتگو سے قرآن کریم کی واضح نصوص کا انکار لازم آتا ہے جس سے''کفر فقہی''کا تحقق جبکہ''کفر کلامی''کا لزوم ہے۔

اس کے علاوہ آپ کا اہل کتاب کو مسلمانوں کے ساتھ مومنین میں شمار کرنا یہ

اجماع امت کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا جناب سے گذارش ہے کہ اگر آپ نے اپنے اس کلام سے تقریراً و تحریراً توبہ فرمائی ہو تو علماء کو آگاہ فرمائیں اور اگر توبہ نہ کی ہو تو اپنے اس کلام سے توبہ فرمائیں وگرنہ معاملہ ''لزوم'' سے ''التزام'' کی جانب چلا جائے گا اور آپ کے ساتھ ہزاروں دیگر لوگوں کے ایمان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ خدارا اپنے اور اپنے متعلقین کے ایمان کی فکر فرمائیں۔

رضا بالکفر بھی کفر ہوتی ہے:

دوسری بات یہ کہ آپ نے ''ویمبلے لندن'' میں کانفرنس کا اہتمام کیا جس میں آپ نے مختلف مذاہب کے لوگوں کو بُلا کر سٹیج پر بٹھایا۔ آپ کی طرف سے اسلامی پیغام کو عام کرنے کے مختلف مذاہب کے لوگوں کو بلانا اور ان کے سامنے اسلام کے پیغام امن کو عام کرنے کے لئے آپ کے اس عمل پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ آپ کی نیت کے مطابق اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجرا عطا فرمائے گا۔ تاہم اس کانفرنس کے دوران آپ کی طرف سے ایک ایسا کام سامنے آیا جس کی ہر چند کوئی ضرورت نہ تھی آپ نے مختلف مذاہب کے لوگوں کو سٹیج پر کھڑا کیا اور ان کے سامنے اللہ کا ذکر اور قصیدہ بردہ شریف پڑھا گیا اور آپ نے ان تمام مذاہب باطلہ سے تعلق رکھنے والے مذہبی رہنماؤں کو کہا۔۔۔۔ کہ آپ اپنے خدا کو اپنے نظریے اور عقیدے اور رواج کے مطابق پکاریں جو آپ کے مذہب میں خدا ہے۔

چنانچہ ان مذہبی رہنماؤں میں سے ہندوؤں کے مذہبی رہنما نے ہر ہری رام، کرشنا۔۔ کہا اور عیسائیوں کے رہنما نے حضرت عیسیٰ کو گارڈ فادر کہا اور اس کے علاوہ سکھوں، بدھ مت اور دیگر ادیان باطلہ کے مذہبی راہنماؤں نے سٹیج پر کفریہ کلمات کو ادا کیا۔ یقیناً آپ کے علم میں ہے کہ مذکورہ مذاہب باطنہ کا عقیدہ شرکیہ ہے اور کرشنا یا

دیگر اصنام کو خدا سمجھ کر پکارنا شرک شرعاً جس مقام پر کفر کا کلام ہو رہا ہے اس مجلس سے اٹھ کر چلے جانا یا اس کلام معصیت پر ان کا رد کرنا لازم اور ضروری ہوتا ہے۔ بصورت دیگر اس مجلس میں بیٹھے رہنا رضا بالکفر اور رضا بالمعصیت قرار پاتی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں تفصیلاً گذر چکا ہے۔

ڈاکٹر صاحب!!! آپ اس محفل کے بانی تھے آپ نے بجائے ان کے کفریہ کلام کے رد کرنے کے ان کے ہاتھوں میں مائک پکڑایا اور ان تمام مذہبی رہنماؤں نے وہ کفریات آپ کے پکڑائے ہوئے مائیک پر ادا کیے اور ان کلمات کفر کو سن کر ان پر استغفر اللہ یا توبہ کرنے کے بجائے سامعین کی طرف سے تالیاں بجا کر خوشی کا اظہار کیا گیا اور آپ کی طرف سے اس فعل کو امن عالم کی طرف پیش رفت قرار دیا گیا۔

آپ کے اس فعل سے صراحتاً ''رضا بالکفر'' ثابت ہو رہی ہے۔ جس سے کفر کلامی کا لزوم متحقق ہے اور اس فعل شنیع پر آپ کے لئے توبہ کرنا لازم ہے۔ بصورت دیگر کفر کا ''التزام'' یقینی ہے۔
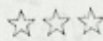
رؤیائے صالحہ

خواب کی تعبیر کا حقیقت پر اثر انداز ہونا ایک واضح حقیقت ہے خواب کے ذریعے اللہ تبارک وتعالٰی اپنے بندوں پر مستقبل کے حالات کو منکشف فرما دیتا ہے۔رویائے صالحہ نے سچے خواب کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الرویاء الصالحة جزء من ستة و اربعین جزءً من النبوة (بخاری و مسلم)

سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے، اچھا خواب بارگاہِ رب العزت کی طرف سے اپنے مومنین بندوں کی طرف بشارت ہوتی ہے تا کہ بندہ مومن کا ظن پختہ ہو جائے اور وہ راسخ الاعتقاد ہو جائے۔ یہ بشارت منجانب اللہ شکر واحسان کا باعث ہوتی ہے۔احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جس شخص نے خواب میں نبی مکرم ﷺ کو دیکھا اس نے واقعتاً سرکار ﷺ ہی کی زیارت کی کیونکہ شیطان خواب میں نبی مکرم ﷺ کی صورت میں ظاہر نہیں ہوسکتا۔

علماء کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ کوئی شخص خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کرے اور آپ اسے کوئی حکم ارشاد فرمائیں یا کوئی اور شخص خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کرے اور حضور ﷺ اس شخص کے ذریعے اپنے کسی غلام کے بارے میں کوئی حکم ارشاد فرمائیں دونوں کی اہمیت برابر ہے۔

غازی اسلام ملک ممتاز حسین قادری صاحب کے عشق رسول میں کسی بھی مومن وصحیح العقیدہ شخص کو شک وشبہ نہیں ہے۔ غازی صاحب کے متعلق بہت سارے لوگوں نے بے شمار رویائے صالحہ دیکھے ہیں۔ کہیں تو آپ کو بہترین حالت میں دیکھا گیا ہے اور کہیں آپ کے حوالے سے مقدس ہستیوں کے ارشادات سُنے گئے ہیں۔ ایسے چند ایک خواب یہاں بیان کئے جاتے ہیں جس کا مقصد فقط غلامانِ مصطفٰی کو یہ

بتانا ہے کہ ممتاز حسین قادری مجرم و قاتل نہیں بلکہ صحیح معنوں میں عاشق رسول ہے۔ اور دوسرا ڈاکٹر صاحب یا ان کے متبعین تک حقائق نہیں پہنچ سکیں تو وہ بھی اس عاشق رسول کی شان و مقام سے آگاہ ہو جائیں۔

1: حفصہ بی بی جو کہ مسلم ٹاؤن غازی سٹریٹ کی رہائشی ہیں، پورا محلہ جانتا ہے کہ انتہائی نیک خاتون ہیں انہوں نے یہ خواب خود راقم کے سامنے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ ایک کھلا میدان ہے اتنے میں ایک نورانی شخصیت تشریف لاتی ہیں اور آواز آتی ہے کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ میں آپ کے چہرے کو دیکھتی ہوں جو کہ انتہائی نورانی ہے۔ نبی پاک ﷺ اپنا ہاتھ آسمان کی جانب اٹھاتے ہیں تو اوپر سے ایک نور کا ٹکڑا بادل کی طرح ٹوٹ کر نیچے گر رہا ہے تو آپ اسے پکڑ لیتے ہیں اور تین مرتبہ فرماتے ہیں **فتح کامیابی، فتح کامیابی، فتح کامیابی**۔ وہی ٹکڑا اٹھا کر سرکار ﷺ آگے آگے چلتے ہیں اور میں آپ کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیتی ہوں آگے میدان میں ایک شخصیت کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں اور حضور ﷺ کے الفاظ فتح کامیابی سن کر وہ سجدے میں گر جاتے ہیں۔ میرے کانوں میں آواز آتی ہے یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں ان کے پاس بیٹھ جاتی ہوں اور سوچتی ہوں کہ دیکھوں گی کہ یہ کیسے ہیں اور کتنے خوبصورت ہیں۔ چنانچہ وہ سجدے سے سر اٹھاتے ہیں تو میں انہیں دیکھ کر دل ہی دل میں کہتی ہوں کہ ماشاءاللہ یہ بھی خوبصورت ہیں میں نے ان کی صورت مبارک کو ذہن میں اچھی طرح بٹھا لیا آپ کے سر پر اونچی سی سیاہ ٹوپی ہے چنانچہ نبی پاک ﷺ ان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں میرے صدیق یہ گینتی پکڑو اور وہ دیکھو پہاڑ، آپ ﷺ پہاڑوں کی طرف اشارہ فرماتے ہیں میں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ان پہاڑوں کو دیکھتے ہیں وہ بہت اونچے اونچے ہیں سرکار فرماتے ہیں ابو بکر اس گینتی سے ان پہاڑوں کو کھود و اور ہموار کرتے جاؤ۔ ان کی چوٹی پر اوپر ایک کافر کھڑا ہے

اسے گراؤ کہ وہ مرجائے تو پھر ہماری مکمل کامیابی وفتح ہوگی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گینتی ہاتھ میں لے کر پہاڑوں کو کھودنا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ ان کی چوٹی نیچے گرتی ہے اور اس چوٹی پر کھڑا ایک لحیم شحیم شخص منہ کے بل گرتا ہے اور وہ مرجاتا ہے۔ میں اس گرنے والے کو دیکھتی ہوں اس کی شکل نہیں دیکھ سکتی کیونکہ وہ اوندھے منہ گرا ہے تاہم اس کے گہرے نیلے کلر کے کپڑے ہیں جن میں وہ ملبوس ہے۔ پھر آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ لو مکمل فتح وکامیابی ہوگئی۔ اس پر میں بیدار ہوگئی۔ میں نے یہ خواب اپنی بڑی بہن کو سنایا جو کہ ایک انتہائی نیک خاتون ہے تو انہوں نے مجھے فرمایا کہ عنقریب کچھ ہونے لگا ہے۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد محلے کی میرے پاس قرآن پاک پڑھنے والی عورتوں نے مجھے بتایا کہ پنجاب کا گورنر مارا گیا ہے اور اسے ایک پولیس والے نے مارا ہے۔ یہ سن کر مجھے بڑا عجیب سا لگا کیونکہ اس سلسلے میں میں نے ایک اور خواب بھی دیکھا تھا بہر حال میں اپنے کام میں مشغول رہی ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر کپڑے ڈالنے کیلئے گئی تو میری نظر میرے گھر کے سامنے ایک مکان کی دیوار پر پڑی جس پر ایک بڑی تصویر لگی ہوئی تھی۔ میرے ہاتھ سے کپڑے گر گئے اور میں انتہائی پریشان ہوگئی کیونکہ تصویر میں وہی صورت تھی کہ جسے میں نے خواب میں حضرت ابوبکر صدیق کے روپ میں دیکھا تھا۔ جن کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ نے گینتی پکڑائی تھی اور ابوبکر نام لے کر پکارا تھا۔ میں یہ دیکھ کر رونے لگ گئی اور اپنے بیٹے راشد فاروق کو بلا کر میں نے پوچھا کہ یہ کس کی تصویر ہے تو اس نے جواب دیا کہ یہ گورنر پنجاب کو اس کی گستاخی کی وجہ سے قتل کرنے والے ممتاز حسین قادری کی تصویر ہے۔ راقم نے یہ خواب حفصہ بی بی کے محلے کی خواتین کی وساطت سے سنا تھا۔ جس میں گینتی کی جگہ تلوار کا ذکر تھا۔ راقم نے اس خواب کو اپنے خطابات میں بھی بیان کیا حفصہ بی بی نے جب میرے خطاب کی سی ڈی کہیں سنی تو انہوں نے اپنے منہ بولے

بیٹے کہ جنہیں انہوں نے بچپن سے پالا ہے مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب خطیب المبارک مسجد محلہ امر پورہ راولپنڈی کی وساطت سے مجھ سے رابطہ کیا اور بتایا کہ جو خواب آپ نے بیان کیا ہے وہ درست نہیں ہے چنانچہ راقم کی درخواست پر محترمہ مذکورہ مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب کے ساتھ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم میں تشریف لائیں اور راقم کے سامنے اس خواب کو بیان کیا راقم نے لفظ بلفظ اس کو تحریر کیا اور ان کی اجازت سے آڈیو ریکارڈنگ بھی کر لی اس بات کی تصدیق مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب سے بھی کروائی جا سکتی ہے۔ ان کا رابطہ نمبر 0333-5571660 ہے۔ محترمہ حفصہ بی بی کی نظر بالکل کمزور ہو چکی تھی۔ چنانچہ خواب میں نبی کریم ﷺ نے کرم نوازی فرمائی تو اب ان کی نظر ماشاء اللہ بالکل درست ہو چکی ہے۔

2: انہی حفصہ بی بی نے گورنر کے قتل سے کچھ ایام قبل ایک خواب دیکھا جسے بعد ازاں انہوں نے غازی برادران کے سامنے اور دیگر علاقے کی خواتین اور حضرات کے سامنے بیان کیا ہے۔ اور راقم سے ملاقات پر آپ نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کیا دیکھتی ہوں کہ حاجی چوک (یہ غازی صاحب کے گھر کے قریب ایک چھوٹا سا چوک ہے) میں بہت سارے لوگ کھڑے ہیں اور اوپر آسمان کی طرف نظریں جمائے کسی کو دیکھ رہے ہیں میں بھی اس ہجوم میں کھڑی ہوگئی اچانک کیا دیکھا کہ ایک گاڑی فضا سے اُتر کر مشرق کی طرف کھڑی ہوگئی۔ گاڑی بڑی خوبصورت تھی اور یوں لگتا تھا جیسے سیکیورٹی سکواڈ کی گاڑی ہو اتنے میں فضا سے ایک اور گاڑی اُتری اور مغرب کی جانب کھڑی ہوگئی پھر تیسری گاڑی اُتری اور جنوب اور چوتھی گاڑی شمال کی طرف کھڑی ہوگئی اتنے میں لوگ پھر فضاء کی طرف نظریں جما کر کھڑے ہوگئے میں نے بھی دیکھنا شروع کر دیا اچانک ایک انتہائی خوبصورت اور پہلی گاڑیوں سے بڑی گاڑی آسمان سے اتری اور ان چاروں گاڑیوں کے درمیان آ کر کھڑی ہوگئی،

میں دوڑتی ہوئی اس گاڑی تک پہنچی اور اس کا دروازہ کھولنے کے لئے ہینڈل پر ہاتھ ڈالا کہ ایک آدمی نے مجھے دھکیلتے ہوئے پیچھے ہٹا دیا اور کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ گاڑی میں کون ہے؟ میں پوچھتی ہوں کہ مجھے کیوں پیچھے دھکیلا ہے کون ہے اس گاڑی میں؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سواری ہے۔ اور اس میں وہ تشریف لائے ہیں میں پوچھتی ہوں اس علاقے میں آپ کیوں تشریف لائے ہیں تو اس شخص نے جواب دیا کہ اس علاقے میں ایک بڑا معاملہ ہونے والا ہے سرکار ﷺ اس کے لئے تشریف لائے ہیں۔ بس اس کے بعد میں بیدار ہوگئی اور انتظار کرتی رہی کہ یہاں اس علاقے میں کون سا واقعہ ہونے والا ہے تا آنکہ سلمان تاثیر قتل ہوگیا۔ اور اس کو ممتاز قادری نے قتل کیا جو اسی محلے کا رہنے والا تھا۔

3: اڈیالہ جیل کے باہر غازی صاحب کی پیشی کے موقع پر ایک کاروباری شخصیت جناب حنیف میمن صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میمن صاحب بنیادی طور پر کراچی کے رہائشی ہیں اور عرصہ 35 سال سے کاروبار کے سلسلے میں یہیں کے رہائشی ہو چکے ہیں۔ انہوں نے مجھے کراچی کے ایک مشہور اور انتہائی نیک بزرگ سلسلہ قادریہ کے جناب سید شہزاد علی شاہ صاحب کے ایک خواب کی بابت بتایا کہ انہوں نے غازی صاحب کے متعلق ایک بہت پیارا خواب دیکھا ہے اور وہ خواب مجھے ان کے ایک مرید نے سنایا ہے۔ میں نے میمن صاحب کا سنایا ہوا خواب اپنے خطابات میں بیان بھی کر دیا بعد ازاں میں نے میمن صاحب سے دوبارہ رابطہ کیا تو انہوں نے بڑی خوشی سے مجھے بتایا کہ میرا اُن خواب دیکھنے والے بزرگوں سے خود رابطہ ہو چکا ہے اور یہ کہ میں ان سے اجازت لے کر آپ کو ان کا فون نمبر دے دوں گا آپ ان سے ڈائریکٹ پورا خواب سماعت کریں چنانچہ میمن صاحب نے قبلہ شاہ صاحب سے اجازت لے کر مجھے ان کا فون نمبر مرحمت فرمایا جس پر میں نے قبلہ سے رابطہ کیا اور اس

خواب کی حقیقت کی بابت پوچھا تو آپ نے مجھے اس طرح کے دو خواب سنائے جنہیں میں نے لفظ بلفظ لکھ لیا۔

اُن میں سے پہلا خواب یہ ہے، قبلہ شاہ صاحب نے بیان فرمایا کہ ''کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سبز وادی ہے اور یہ وادی میدانی علاقے کی محسوس ہوتی ہے اس میں ایک چھوٹی کچی سڑک سی ہے اور میں اس وادی میں ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہوں کہ دور سے کچھ ہستیاں تشریف لاتی نظر آرہی ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ کون لوگ آرہے ہیں تو ایک شخص جو مجھے یاد نہیں کہ کون تھا وہ کہتا ہے کہ یہ بزرگ لگتے ہیں اور ہیں بھی بہت سارے اور بڑے نورانی بزرگ ہیں۔ میں بھاگ کر اُن کے قریب پہنچ جاتا ہوں۔ ان میں سے ہر شخص بڑا صاحب جمال نظر آتا ہے ان میں سے ایک بزرگ ہیں جو دراز قد، چوڑا سینہ، مضبوط جسم، مضبوط ہاتھ اور جسمانی ساخت کے لحاظ سے بڑے لگتے ہیں وہ اس قافلے کے سردار لگتے ہیں اور آگے آگے چل رہے ہیں۔ میں نے جا کر ان سے باادب مصافحہ کیا ان بزرگوں کی پہلے بھی زیارت کی تھی یہ جناب حضرت عمر فاروق ؓ تھے میں پھر بھی پوچھتا ہوں کہ یہ کون بزرگ ہیں تو جواب ملتا ہے کہ یہ حضرت سیدنا فاروق اعظم ؓ ہیں۔ ایسے میں دوبارہ جناب کے قریب جاتا ہوں اور اُن کی دست بوسی کرتا ہوں ان کے ہاتھ میں انتہائی خوبصورت اور انتہائی شاندار پیکنگ میں کچھ تحائف ہیں اور یہ تحائف انتہائی خوبصورت لگتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ حضور میرا گھر قریب ہے میرے گھر تشریف لائیں تو آپ فرماتے ہیں کہ ہم جلدی میں جارہے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں حضور کہاں کا ارادہ ہے تو آپ فرماتے ہیں یہ تحائف ہیں جو ملک ممتاز حسین قادری کے لئے لے کر جارہے ہیں۔ میرے دل میں آتا ہے کہ میں بھی کوئی تحفہ پیش کروں تو عرض کرتا ہوں کہ حضور میں بھی کوئی تحفہ پیش کردوں تو آپ فرماتے ہیں کہ جیسے تیری مرضی اور یہ تحفے تو بڑی بارگاہ یعنی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے بھیجے گئے ہیں۔ پھر میں جناب مولی فاروق اعظم ؓ

سے لپٹ کر روتا ہوں اور انتہائی بے قرار ہوتا ہوں وہ مجھ سے پیار کرتے ہیں اور مجھے دلاسے دیتے ہیں تو مجھے سکون ملتا جاتا ہے اور پھر فرماتے ہیں مجھے بڑی جلدی ہے میں جاتا ہوں۔ میں اُن سے ملتے ملتے دل میں کہہ رہا ہوں ممتاز قادری کو میرا اسلام، ممتاز قادری کو میرا اسلام۔

یہ خواب جو مجھ تک پہلے پہنچا تھا اس میں حضرت عمر فاروق اعظم ﷛ کی جگہ حضرت عثمان غنی ﷛ کا نام گرامی تھا۔ میں نے اس خواب کو کئی ایک محافل میں اسی طرح بیان کیا تھا جن لوگوں نے مجھ سے یہ خواب پہلے سن رکھا ہے شاید وہ اس جگہ دوسرے الفاظ سے پڑھ کر پریشان ہوں تاہم الفاظ کی درستگی فرمالی جائے کیونکہ یہ الفاظ خود صاحب خواب سے میں نے سُنے ہیں۔

4: انہی حضرت قبلہ سید شہزاد شاہ صاحب نے ایک اور خواب بھی سنایا فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں فجر کی نماز کے بعد وظائف کے بعد سوتا ہوں اور جمعرات کے دن میرا وظیفہ صرف ''درود تاج شریف'' ہوتا ہے پہلے خواب کے کچھ عرصہ بعد جمعرات کے دن میں درود شریف پڑھ رہا تھا پڑھتے پڑھتے نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک انتہائی خوبصورت، اونچا منبر نصب ہے اور اس پر ایک قدرے چھوٹے قد کے کمزور جسم مگر انتہائی خوبصورت اور بارعب و نورانی بزرگ جن کے سر پر بہت بڑا عمامہ باندھا ہوا ہے۔ جلوہ گر ہیں۔ منبر کے سامنے حضور داتا گنج بخش علی ہجویری لاہوری کھڑے ہیں اور دائیں بائیں اور بھی بزرگ کھڑے ہیں جن میں تاجدار گولڑہ حضرت قبلہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب اور کراچی کے حضرت ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں وہ بھی اس منبر کے سامنے کھڑے ہیں اتنے میں حضرت داتا علی ہجویری، صاحب منبر بزرگوں کی خدمت میں ایک درخواست پیش فرماتے ہیں اور وہ بزرگ داتا صاحب سے لے وہ درخواست لے کر پڑھتے ہیں۔ میں ڈاکٹر مسعود احمد صاحب سے پوچھتا ہوں کہ یہ منبر پر نورانی شخصیت کون ہیں اور یہ

درخواست کا کیا معاملہ ہے تو ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ منبر پر حضرت شہنشاہِ ولایت حضرت مولا علی پاک کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں اور داتا صاحب نے ان کی خدمت میں درخواست پیش کی ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کریں کہ ملک ممتاز حسین قادری چونکہ میرے زیرِ انتظام علاقے میں ہے لہٰذا اس کو میرے سپرد فرما دیں۔ حضرت مولا علی ؓ اس درخواست کو پڑھتے ہیں اور مسکراتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ممتاز حسین قادری آپ ہی کے سپرد ہوگا میں یہ درخواست بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کر دوں گا۔

قارئین قبلہ شاہ صاحب کی طرف سے فون نمبر دینے کی اجازت نہیں ہے تاہم حنیف میمن صاحب کا فون نمبر یہ ہے 0300-9560946۔ ان سے اس سلسلے میں تصدیق کروائی جا سکتی ہے اور قبلہ شاہ صاحب سے اگر ڈاکٹر صاحب یا ان کے متبعین میں سے کوئی شخص رابطہ کرنا چاہے تو اسے بھی نمبر دیا جا سکتا ہے۔

5: راقم کی مسجد میں ایک بزرگ بڑے عرصہ سے جمعۃ المبارک کی نماز کی ادائیگی کے لئے تشریف لاتے ہیں ان کا نام **محمد زاہد ولد مکھن خان** ہے اور وہ نئی آبادی کریم آباد راجہ ٹاؤن شکریال راولپنڈی کے رہنے والے ہیں ان کا شناختی کارڈ نمبر 37405-0715386-9 ہے اور ان کا فون نمبر 0300-5102129 ہے انہوں نے مجھے اڈیالہ جیل کے باہر غازی صاحب کی پیشی کے موقع پر اپنا خواب سُنایا کہ میں نے کل رات خواب دیکھا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ میں حضور غوث الثقلین ؓ کے دربار شریف پر حاضری کیلئے جا رہا ہوں۔ میں جب ان کے مزار پر انوار پر پہنچتا ہوں تو ان کے مزار کی سنہری جالیاں ہیں اور وہاں ان جالیوں پر نوانی اور سنہری الفاظ سے لکھا ہے
''ممتاز قادری تیری عظمت کو سلام۔''

6: راقم کی ملاقات جیل میں غازی صاحب سے ہوئی جہاں میں نے ان سے

پوچھا کہ غازی صاحب لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے گورنر کو قتل کیا ہے اور غلط کیا
اس پر ممتاز حسین قادری صاحب پر ایک کیفیت طاری ہوگئی اور فرمانے لگے قریشی
صاحب اگر ساری دنیا کہے کہ ممتاز تم نے غلط کام کیا ہے میں یہی کہوں گا کہ میں نے
درست کام کیا ہے اس لئے کہ اگر میں نے کچھ غلط کیا ہوتا تو سرکار مدینہ ﷺ کی طرف
سے مجھ پر اتنی کرم نوازیاں کبھی نہ ہوتیں۔

7: شیخ الحدیث حضرت علامہ خادم حسین رضوی کی شخصیت علماء میں کسی تعارف
کی محتاج نہیں ہے آپ غازی صاحب کی حمایتی تحریک میں انتہائی فعال کردار ادا کر
رہے ہیں۔اس اعتبار سے اکثر آپ سے بذریعہ فون تبادلہ معلومات ہوتا رہتا ہے۔

جناب علامہ خادم رضوی نے بتاریخ 20 فروری فون پر بات کرتے ہوئے
راقم کو ایک خواب سنایا کہ میں جسٹس ریٹائرڈ میاں نذیر اختر صاحب کی کوٹھی پر محفل
میلاد میں شریک تھا۔ محفل میں ریٹائرڈ جج حضرات، وکلاء اور دیگر شعبہ ہائے زندگی
سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود تھے۔ میں نے اپنے خطاب میں غازی ممتاز حسین
قادری کو خراجِ عقیدت پیش کیا تو محفل پر رقت انگیز اثرات چھا گئے میرے خطاب
کے بعد جسٹس ریٹائرڈ نذیر اختر صاحب نے خطاب فرمایا اور اپنے خطاب میں انہوں
نے راولپنڈی کے اپنے کسی ریٹائرڈ کرنل صاحب کا تذکرہ کیا کہ گورنر کے قتل سے چند
دن پہلے انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ وہ ایک جگہ پر موجود ہیں اور وہاں بڑی گہما
گہمی ہے یہ کہتے ہیں کہ میں پوچھتا ہوں کہ یہ گہما گہمی کیسی ہے تو جواب ملتا ہے کہ ابھی
ابھی محبوب سبحانی حضرت سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی کی آمد ہو رہی ہے۔کیا دیکھتا
ہوں اتنے میں آں حضرت تشریف لا رہے ہیں اور جیسے جیسے قریب ہو رہے ہیں۔نور
میں اضافہ ہو رہا ہے۔

جب آپ قریب آتے ہیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے کندھوں پر ایک بچہ سوار

ہے اور جیسے ہی وہ قریب آئے تو دیکھتا ہوں کہ وہ بچہ ، بچہ نہیں رہا بلکہ پورا جوان ہو گیا اس کے بعد میں بیدار ہو گیا اور اس کو محض ایک خواب سمجھا ۔ چند دنوں بعد گورنر قتل ہو گیا۔ اگلے دن اخبارات میں غازی ممتاز قادری صاحب کی تصویر چھپی تو میں حیران رہ گیا کہ یہ تو وہی شخص ہے کہ جسے غوث الثقلین نے اپنے کندھوں پر سوار کر رکھا تھا اور جو بچے سے جوان ہوتا مجھے نظر آیا تھا۔

حرفِ آخر:

جناب ڈاکٹر صاحب آپ اس حقیقت کا ادارک کریں کہ آپ نے اپنے غیر ذمہ دارانہ بیانات کے ذریعے سے ایک زبردست افتراق و انتشار کو جنم دیا ہے اور آپ اور آپ کے متعلقین کی طرف سے انتہائی غیر ذمہ دارانہ روش کے باعث یہ انتشار کسی بڑے طوفان کی جانب بڑھتا جا رہا ہے ۔ خدارا آپ تو امن عالم کے داعی ہیں ۔ جب گھر میں امن نہیں ہو گا تو عالم میں امن کیونکر ہو سکتا ہے ۔ لہٰذا جناب سے گذارش ہے کہ علمائے کرام کو کوسنے اور انہیں غربت ، کم علمی کے طعنے دینے کے بجائے **"بندہ نہ دیکھ بندے کی بات سن"** کے اصول پر عملدر آمد کرتے ہوئے اپنے متنازعہ نظریے سے رجوع فرمائیں یا پھر اپنے قول و کردار کی ایسی وضاحت اور تشریح فرمائیں جو شرعاً قابل قبول ہو سکے۔

آپ کا خیر اندیش

مفتی محمد حنیف قریشی قادری

سربراہ شباب اسلامی پاکستان

مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

13 نومبر 2011ء

مناظر اسلام مفتی محمد حنیف قریشی کی
تصانیف و تالیفات

- نداء الاخیار بالصلوٰۃ والسلام علی النبی المختار ﷺ (ندائیہ درود وسلام پر حوالہ جات)
- القول المقبول فی طہارۃ نسب الرسول ﷺ (آزر کون تھا؟)
- مسئلہ وحدت الوجود اور محی الدین ابن عربیؒ و علامہ ابن تیمیہ
- عاشق رسول ممتاز حسین قادری اور شباب اسلامی پاکستان
- روئیداد مناظرہ راولپنڈی، از سید امتیاز حسین شاہ کاظمی
- انوار الثقلین فی تذکرہ السیدین
- شطحیات اولیاء
- مقالات ضیائیہ (زیر طبع)
- شانِ چار یارؓ بزبان سید الابرار ﷺ
- مرزائیت کا پوسٹ مارٹم
- محدث دہلوی اور مسلک اعلیٰ حضرتؒ
- ملفوظاتِ ضیائیہ (زیر طبع)
- شانِ سیدنا علیؓ
- شانِ سیدنا صدیق اکبرؓ
- منافقوں کو پہچانو!
- شان اہل بیت و صحابہؓ